الاثنا عشریہ

شیعان علی ذات کام

ناشر

امامیہ پبلیکیشنز

۱۷۔ نور چیمبرز گنپت روڈ

لاہور

یا صاحب الزمان ادرکنی

الاثنا عشریہ

(دیگر مذاہب سے عقائد امامیہ کا تقابل اور حقانیت)

از

حجتہ الاسلام علامہ شیخ محمد جواد المغنیہ

مترجم

حجتہ الاسلام مولانا سید صفدر حسین نجفی قبلہ
پرنسپل جامعہ المنتظر لاہور

ناشر

امامیہ پبلیکیشنز

۱۷- نور چیمبرز گنپت روڈ لاہور

عرض مترجم

ہر مکتب فکر کے مصنفین اور مؤلفین ہر زمانہ میں اپنے اپنے مسلک کی تائید و تبلیغ کے سلسلہ میں کتب اور رسائل تصنیف کرتے رہتے ہیں جو کہ ان کا انسانی اخلاقی اور عقلی حق ہے۔ لیکن عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ لکھنے والے اپنے مقصد سے ہٹ کر اپنے مخالف مسلک و مکتب فکر کی نہ صحیح تشریح کرتے ہیں اور نہ ہی سنجیدگی سے اس پر نقد و تنقید کرتے ہیں بلکہ عموماً دوسرے نظریات کو غلط انداز میں پیش کرنا اور ان پر کیچڑ اچھالنا ایک فیشن ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مسلک کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے والے حضرات دوسرے مذہب کی کتب کا مطالعہ گوارا ہی نہیں کرتے اور وہ تحقیق سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں۔ زیر نظر کتاب چونکہ بڑے عمدہ پیرایہ میں لکھی گئی ہے اور اس میں کسی قسم کی دل آزاری نہیں کی گئی بلکہ اپنے اور دوسرے بھائیوں کے مسلک کو واضح عبارت اور سنجیدہ طریقہ سے پیش کیا گیا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جائے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

دعا گو

سید صفدر حسین نجفی

۲۲ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ

عرض ناشر

امامیہ پبلیکیشنز کی پندرھویں پیشکش آپ کی ندرت کی تسکین، قلب کو منور اور آنکھوں کو مسرور بخشنے کے لیے آپ کے سامنے حاضر ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے نہایت ہی محمود پیرایہ میں مذہب حقہ کی حقانیت کو ثابت کیا ہے اور دوسرے مذاہب سے اس کا موازنہ پیش کیا ہے۔ عقلی و نقلی دلائل کے ذریعہ سے اپنے موقف کو نہایت سادہ اور احسن طریقہ سے بیان فرمایا ہے۔

ادارہ حجۃ الاسلام علامہ شیخ محمد جواد صاحب کا ممنون احسان ہے کہ انہوں نے اس اہم موضوع پر نہایت مختصر مگر جامع کتابچہ تحریر فرمایا۔

ہم حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ جناب سید صفدر حسین نجفی صاحب کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس گرانقدر علمی سرمایہ کو اردو کے قالب میں ڈھالا اور مومنین کے استفادہ کے لیے پیش کیا۔ ہم ہر دور کی توفیقات میں اضافہ کے لیے دست بدعا ہیں۔

آپ کی تجاویز کا منتظر

سیکرٹری

امامیہ پبلیکیشنز

پیش لفظ از مصنف علام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف خلقہ محمد وآلہ الطاہرین ۔

وبعد ان صفحات کا موضوع میری دیگر کتب اور رسائل کی طرح جو میں نے لکھ کر نشر کئے ہیں۔ میں نے ایک مستقل کتاب اہل بیت کی شان میں لکھی ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک بڑی کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "الشیعۃ والامامیۃ" کہ جس کی طبع اول وثانی کے نسخے تھوڑی ہی مدت میں ختم ہو چکے ہیں اور ان دو کے علاوہ ان دونوں سے ایک بڑی کتاب بھی لکھی ہے "الشیعۃ والحاکمون" جس کی پہلی دوسری اور تیسری طبع کے نسخے بجلی کی تیزی کی طرح ختم ہو چکے ہیں اور پھر میں نے ایک چوتھی کتاب لکھی ہے جو ان تینوں سے زیادہ ضخیم ہے۔ اور وہ ہے "الشیعۃ والتشیع" اور اس کی دوبارہ طباعت اب بیروت میں ہو رہی ہے اور یہ چاروں کتابیں جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں سب کی سب اہل بیت اور ان کے شیعوں کے متعلق ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ "علیؑ والقرآن" سے لیکر "علیؑ والفلسفۃ" تک۔ اور فضائل امام علیؑ سے لے کر "علیؑ والعقل" تک اور مفاہیم قرآنیۃ فی کلمات الامام جعفر صادقؑ سے لے کر "فقہ الامام جعفر صادقؑ" تک اور اصول الاثبات فی الفقہ الجعفری سے لیکر

"المجالس الحسینیۃ" تک تمام کی تمام کتب اہل بیت ان کے شیعہ اثنا عشریہ اور ان کے آثار کے متعلق ہیں۔ یہاں تک کہ "الفقہ علی المذاہب الخمسہ" جو اس شخص کی رد میں ہے جو علم فقہ کو مذاہب اربعہ میں منحصر سمجھتا ہے بلکہ میری تفسیر "الکاشف" القرآن الکریم بہترین اور عمدہ تفسیر ہے آل اطہار کی عظمت مقام و بلندئ مرتبت کی اور کون سا مفسر جو چوک سکتا ہے۔ یا چوکنے کی طاقت رکھتا ہے یا اپنے آپ کو جان بوجھ کر آیت تطہیر، آیت مودت، آیت ولایت، آیت مناجات اور آیت انذار وغیرہ سے جاہل رکھ سکتا ہے۔ اور ہر مؤلف کی سب سے عمدہ خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کی کتاب رواج پکڑے اور اس کی مانگ زیادہ ہو۔

الحمد للہ کہ میری کتابیں رائج ہو گئی ہیں اور قارئین کرام ان کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور ان کے متعلق یہ اظہار کرتے ہیں کہ علاوہ اس کے کہ وہ مدرسی اور دراقی روایاتی کتب اور ادب جیسی مکرر فن میں سے نہیں۔ اپنے زمانہ کے ساتھ شکل و صورت اور مطالب کے لحاظ سے بھی مناسبت رکھتی ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے کتاب بحار الانوار اپنے زمانہ میں تھی۔ اگر میں صاحب بحار کے زمانہ میں ہوتا تو میری تالیفات اسی طرز کی ہوتیں۔ اور اگر علامہ مجلسیؒ اس زمانہ میں ہوتے تو وہ بحار کو اس شکل میں نہ لکھتے کہ جس میں وہ اب ہے۔

اور اس ضمنی گفتگو کے بعد جو کہ مقصود بالذات نہیں ہے میں

ان صفحات کی کہانی کی طرف رخ کرتا ہوں اور اس کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے فضل الاثنا عشریہ بر مذہب شیعہ، دائرۃ المعارف کی چھٹی جلد کے لئے لکھی تھی کہ جس کے اجزاء پے در پے زیر جامعہ لبنانیہ استاذ فؤاد افرام بستانی کی نگرانی میں صادر ہوتے رہتے ہیں جب یہ مضمون اس دائرہ میں چھپ چکا تو بہت سے لوگوں نے یہ میلان ظاہر کیا کہ اسے مستقل طور پر چھاپا جائے کیونکہ دائرہ کے پڑھنے والے کم لوگ ہوتے ہیں اور فائدہ کا قیاس پڑھنے والوں اور نفع حاصل کرنے والوں کی کثرت پر کیا جاتا ہے نہ صرف عنوانوں پر مثلاً دائرۃ المعارف وغیرہ کا نام ہو۔

میں نے اس نظریہ کی مخالفت نہ کی۔ البتہ میں یہ ضرور سمجھتا تھا کہ اتم و اعم فائدہ تب ہوگا جب اس کے کئی ہزار نسخے چھپیں اور مفت تقسیم ہوں۔

اور یہ میری تمنا تھی کہ خداوند عالم اپنے فرمانبردار لوگوں میں سے کسی شخص کو یہ الہام کرے کہ وہ اسے چھاپ کر تقسیم کرے پھر کافی دن گذر گئے اور مجھے اہل بحرین نے ماہ مبارک رمضان کے وظائف واجبہ کی انجام دہی کے لئے اپنے ہاں دعوت دی تو میں نے ان کی دعوت قبول کر لی۔ اور میری وہاں کے ایک صاحب امانت تاجر سے وہیں ملاقات ہوئی کہ جس کے پاس اس کے کسی قریبی رشتہ دار کی امانت تھی کہ جس نے اس پر وثوق کرتے ہوئے اسے وصیت کی تھی کہ وہ اس امانت کو اس شخص کی موت کے بعد خداوند جل و علیٰ کے اجر و ثواب میں رغبت کرتے ہوئے کسی کار خیر میں صرف کرے۔

اور اس وصی کی یہ خواہش تھی کہ وہ موصی کی وصیت کا پورے وثوق سے حق ادا کرے اور اس کی وصیت کے لئے کوئی ایسا کام اختیار کرے جو خدا کے ہاں افضل اور اس کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہو۔

اور ظاہر ہے کوئی عمل بھی اللہ کے نزدیک جان و مال کے ساتھ حق اور اہل حق کی نصرت میں حصہ لینے سے افضل نہیں ہے۔

اور ارادۂ خداوندی نے یہ چاہا کہ اس وصی کو اس زمانہ میں نیک کام میں حصہ دے۔ پس اس وصی نے مجھ سے یہ پیشکش کی کہ وہ میری تالیفات میں سے ایک کتاب پر وصیت میں سے خرچ کرے گا جو مفت تقسیم کی جائے تو میں نے اس سے کتاب الاثنا عشریہ کا ذکر کیا اور خدا کی حمد کی کہ اس نے اپنا ایک فرمانبردار شخص اس کے لئے مسخر کر دیا ہے جس طرح کہ میری تمنا تھی۔

اور میں نے الاثنا عشریہ بر مذہب امامی شیعہ کے ساتھ اہل بیت کی فضائل کا بھی اضافہ کر دیا۔ جو کہ میں نے دائرۃ المعارف کی پہلی جلد کیلئے لکھی تھی کیونکہ ان دونوں کے درمیان ملاپ اور ہم آہنگی ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے سوال ہے کہ وہ ان صفحات کو میرے لئے اور جو ان کے طبع ہونے کا سبب ہوا ہے۔ اس کے لئے باعث ثواب و رحمت قرار دے۔

اسی مناسبت سے میں اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہوں کہ دین کی تبلیغ و ترویج اور تشہیر صرف تالیف کتب اور ان کے منتشر کرنے میں

منحصر نہیں اگرچہ انہیں عصری تقاضوں کے ساتھ ہی پیش کیا جائے اور وہ پڑھنے والوں کو بھلی معلوم ہوں اور نہ ہی منبروں پر خطبے دینے، اور خانقاہوں اور مساجد کی تعمیر، مکتب کھول لینے اور امام یا رہنما بنانے ہی سے ہے۔ ایسا ہرگز نہیں یہ چیزیں دعوتِ دین کے بعض وسائل ہو سکتے ہیں۔ نہ کہ صرف یہی وسائل ہیں۔ ان وسائل میں سے اہم ترین، اور زیادہ مفید چیز بچوں کی نماز میں وہ گھر میں ہوں یا مدرسہ میں یہ ہے کہ وہ اپنے مدرسے سے خود موذن کی آواز سنیں، یا مدرسہ گھنٹی کی آواز، جو انہیں زوال کے وقت حیّ علی الصلوٰۃ (نماز کی طرف آؤ) کی ندا دے اور اس با ہیبت آواز کو سنتے ہی درس کو موقوف کردیا جائے اور ہر کلاس کے لڑکے اپنے استاد اور معلم کے سامنے کلاس سے نکلیں تاکہ سب کلاسوں کے بچے ایک ہی جماعت میں منظم ہوکر خشوع و خضوع کے ساتھ خدائے واحد قہار کے سامنے کھڑے ہوجائیں

اور بچوں کی نماز خصوصاً جب وہ جماعت کے ساتھ ہو۔ اس میں ایک خاص ذائقہ اس کا خصوصی منظر اور اس کی خصوصی بو ہے اور وہ ایک ایسا نغمہ ہے۔ جو ہر دل میں خوشی و نشاط پیدا کرتا ہے۔ باقی رہا اس کا اثر بچے کے دل میں جو نماز پڑھ رہا ہے تو وہ مرتے دم تک اس کے ساتھ رہتا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ یہ ایک پاکیزہ بیج اور تخم ہے جو پاکیزہ زمین میں ڈالا جا رہا ہے جو زنگ اور کینوں سے منزہ ہے

اور اگر اچھے کام کرنے والے لوگ جو کہ اپنے اموال میں سے اللہ کا حق ادا کرتے ہیں مجھ سے مشورہ لیں۔ یا وہ مجھے یہ اموال دیں۔

تو میں انہیں ضرور اسی مد میں خرچ کروں کیونکہ یہ افضل و اکمل ہے۔ اور میں ایک ایسے شخص کا انتخاب کروں جو اس کا اہل ہو اور اس کے لئے ایک باوقار تنخواہ مقرر کر دوں تاکہ وہ بچوں کی نماز اس کے شروط اور ضروری مبادیات اسلام کی ان کے مدارس میں یا اپنے گھر میں پا سکیں یا ایک مسجد میں ایک وقت معین ہو جو ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ ان کے مدرسہ کی چھٹی کے بعد انہیں تعلیم دے۔ اساتذہ بچوں کے اولیاء اور وارثوں کی صرف ان کے اکٹھے ہونے میں مدد کرے اور اس کے علاوہ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ دے اور اگر ان حقوق میں سے کچھ میرے پاس پہنچ جائیں تو اگر ممکن ہو تو میں مدارس میں ہی بچوں کی نماز کے لئے ورنہ مدارس کے پیچھے میں یا ان کے قریب کی مساجد تیار کروں اور مجھے پورا یقین ہے کہ ایسی مساجد کا ایک پتھر ان ہزار مسجدوں سے بہتر ہے جو ایسی بستی میں قائم ہیں جو تقریباً خالی ہوتی ہیں یا ایسے محلوں میں ہیں کہ جہاں مساجد تو زیادہ لیکن نماز پڑھنے والے کم ہوتے ہیں۔

اور میری یہ تمنا ہے کہ مومنین کا ایک گروپ بن جائے جو جن خیر اور اہل احسان لوگوں سے اس مقصد کے لئے اموال جمع کرے،

اور اگر میری توجہ تالیف کی طرف نہ ہوتی تو میں اس کام کی طرف سب سے پہلے سبقت کرتا۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ جماعتیں جو امور خیر انجام دیتی ہیں جو کہ ادھر ادھر پھیلی ہوئی ہیں انہیں اس اہم کام سے کونسی چیز مانع ہے کیا اللہ تک پہنچنے کا کوئی راستہ اس سے بہتر ہے

اور کیا کوئی عمدہ و مکمل خدا کے مال کے صرف کرنے کا اس سے بہتر اور بچے کے دل کو ایمان سے مالا مال کرنے اور خدا کی عبادت کا عادی بنانے سے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے؟

اور میں گمان نہیں رکھتا کہ کوئی شخص امام حسینؑ کے عبدالرحمٰن سلمی کے ساتھ سلوک کرنے کے واقعہ سے ناواقف ہو کہ امام علیہ السلام نے اسے ہزار دینار، ہزار حلہ لباس دیا اور اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا۔ چونکہ اس شخص نے آپ کے ایک بچے کو سورۂ حمد کی تعلیم دی تھی۔ جب آپ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے اس کو دیا ہے وہ اس کی بخشش کا کہاں مقابلہ کر سکتا ہے؟

اور عجیب اتفاق ہے کہ کویت کا ایک طالب علم جو بیروت کی امریکن یونیورسٹی میں پڑھتا ہے مجھ سے ملنے کے لئے آیا اور میں اتفاقاً یہی سطور لکھ رہا تھا اور وہ ایک مومن گھرانے کا فرد ہے جو دین اور شعائر دینیہ کی محافظت کرتے ہیں۔

اور جب وہ اطمینان سے بیٹھ گیا تو کہنے لگا کہ میرے دل میں ایک بات کھٹکتی رہتی ہے کہ جس نے مجھے تنگ کر رکھا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ بات آپ کے سامنے پیش کر دوں۔

میں نے کہا کہ بسم اللہ

تو وہ کہنے لگا کہ میں جب نماز پڑھتا ہوں تو میرا نفس یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تیری یہ نماز کچھ نہیں کیونکہ یہ تو صرف مشقات و الفاظ ہے

ہے اس کی تعبیر یہ ہے نہ اس میں خشوع ہے اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی طرف اس کے ضمیر سے ہٹ کر توجہ ہے، اور مجھے یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ یہ نماز خدا کی بارگاہ میں قبول ہی نہ ہو۔ آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟ میں نے اس سے کہا کہ تیرا یہ خوف کہ وہ قبول نہیں ہے اس کی قبولیت کی دلیل ہے۔

علاوہ ازیں اسلام نے سارے دین کو نماز کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے جو نماز کو قائم کرتا ہے وہ دین کو قائم کرتا ہے اور جو نماز کو ترک کرتا ہے اس نے دین کو ترک کیا ہے۔ اور یہ اس بنا پر ہے کہ نماز خدا اور بندے کے درمیان رابطہ کا ایک علاقہ ہے اور یہ علاقہ مضبوطی اور کمزوری کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ کبھی تو اس میں شدت ہے جیسی مضبوطی ہوتی ہے اور کبھی وہ تار عنکبوت کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہے وہ علاقہ ہی جیسے بھی ہو اور وجود عدم سے بہتر ہے۔ چاہے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے اتق اللہ بعض التقی وان قل واجعل بینک وبین اللہ ستراً وان رق۔ اللہ سے کچھ نہ کچھ ڈرو چاہے تھوڑا ہی ہو اور اپنے اور خدا کے درمیان ایک پردہ قرار دو چاہے پتلا ہی ہو پھر میں نے اس کے سامنے بعض ان چیزوں کا ذکر کیا جو میں نماز کے متعلق تفسیر کاشف کی پہلی جلد میں لکھ چکا ہوں تو وہ مطمئن ہو گیا اور کتنی اچھی بات ہے اگر نوجوان ان تمام چیزوں کے متعلق سوال کریں جو ان کے دل میں دین کے اصول و فروع کے متعلق کھٹکتی ہیں بشرطیکہ

دو سمجھنے کے لئے پوچھیں کہ سرکشی سے ہو رہے ہیں اور ان پر واجب ہے کہ
وہ سوال کریں بلکہ وہ پوچھنے میں اصرار کریں۔ اور ہم پر لازم ہے کہ ہم
وسیع الصدر ہوں کہ ان کے سوالات سنیں اور انہیں اس طرح جواب دیں
کہ وہ ان پر حجت ہوں اور ہمارے لئے بارگاہ خدا میں عذر بن سکیں اور
میں رشک کرتا تھا اور خوش ہوتا تھا ان سوالات سے جو دین کے متعلق
یورپ کے نوجوانوں اور طالب علموں کی طرف سے میرے وہاں کے
پہلے اور دوسرے سفر کے دوران پوچھے گئے تھے اور میں ان کے جوابات
دیتا تھا۔ یا ان میں سے اکثر کے جوابات لاؤڈ سپیکر میں اور منبر کے
اوپر دیتا تھا اور حاضر و غائب افراد اس سے مستفید ہو رہے تھے ان
چیزوں کے علاوہ چونکہ ہم اہل علم دینی ہیں ہم پر بہت بڑی ذمہ داری
اور جواب دہی ہے اس زمانہ میں کہ جس میں مادیت نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ
میں لے رکھا ہے۔

اور ہم میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ ان تمام شبہات کے
جوابات اعتراضات کی تردید اور ہمارے بچوں کو نماز اور اس کے شرائط
کی تلقین کے در پے ہو۔ کہ جو اس کے شایان شان ہوں اور یہ ہم کا ہم
میں سے ہر ایک کے لئے مقدور ہے بغیر استثناء کے جب وہ اس کے
شایان شان ہو لیکن اسے کوئی کرتا نہیں اور کیوں نہیں کرتا؟ چونکہ اس
کی طرف جانا اس کی ذلت ہے حالانکہ یہ چیز عنوان دین ہے تو کیا
بچوں کو نماز کی تلقین کرنا دین کے لئے ذلت ہے؟

اور اگر تھوڑا سا غور و فکر کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اس کے اس
عمل میں دنیا و آخرت کی عزت ہے اور یہ اس زمانہ میں افضل ترین جہاد
کی قسم ہے جس میں دین دار کم اور دین سے سرکشی کرنے والے زیادہ ہیں۔
اور خداوند عالم سے یہی سوال ہے کہ وہ ہم سب کو ان چیزوں کی توفیق دے
کہ جس میں اس کی رضا ہے کہ ہم ان پر قائم رہ کر اس کی بارگاہ میں اور اس
کی مخلوق کے سامنے عذر پیش کر سکیں اور سرخرو ہوں اور رحمت
نازل ہو محمد و آل محمد پر۔

تنبیہ:۔ میں ہر اس شخص کو اس کتاب کے جمع کرنے اور
مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کی اجازت دیتا ہوں بغیر اس کے
کہ اس سلسلہ میں مجھ سے رجوع کرے بشرطیکہ وہ اسے بغیر قیمت
کے مفت تقسیم کرے اور اگر بغرض تجارت اس کو چھاپنا چاہے تو
پھر مجھ سے مراجعت کی جائے۔

الاثنا عشریہ

(بارہ امامی شیعہ)

اثنا عشریہ ایک صفت ہے کہ جس کا اطلاق ان شیعہ امامیہ پر ہوتا ہے جو بارہ اماموں کے قائل ہیں کہ جن کا تعین ان کے ناموں کے ساتھ ہوا ہے۔

تمہید:۔ باقی ادیان کی طرح دین اسلام بھی کئی فرقوں میں تقسیم ہونے کی مصیبت سے دوچار ہوا ہے۔ پھر ہر فرقہ مرور زمانہ کے ساتھ کئی ایک فرقوں میں بٹ گیا ہے۔ اور تاریخ میں اس کے کئی شواہد موجود ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ (هود) ترجمہ:۔ اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک امت قرار دیتا اور یہ تو ہمیشہ ہی اختلاف کرتے رہیں گے۔ اور یہ اختلاف صرف چند گروہوں اور مختلف ادیان والوں میں سے بعض کا صرف بعض کے ساتھ رکھنے پر جا کر نہیں ہوتا۔

بلکہ ان سے تجاوز کرکے ایک ہی دین کے ماننے والوں تک جا پہنچتا ہے اور ہمیں کسی دین کے ماننے والے ایسے معلوم نہیں کہ جن کا ایک ہی عقیدہ ہو تمام جہات سے اتفاق اور اتحاد ہو اور وہ مختلف گروہوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے نہ ہوں۔ بیان اور اختلافات ونزاع کے باوجود جو کبھی کبھی جنگ وجدال تک بھی پہنچ جاتی ہے پھر بھی ہر گروہ کے مختلف فرقوں میں ایک قدر جامع ہوتی ہے جو انہیں جمع کئے رکھتی ہے۔ اور انہیں اصل دین کے ساتھ مربوط رکھتی ہے ورنہ وہ ایک دین کے فرقے نہ کہے جائیں۔

لہذا ہر فرقے کے حق میں یہ ضروری ہے کہ وہ اس دین کا کچھ حصہ لئے ہوئے ہو۔ باقی رہی اس حصے کی مقدار اور یہ کہ کونسا فرقہ اصل دین کیساتھ کتنی مناسبت وموافقت رکھتا ہے۔ تو یہ بات زیادہ پیروکاروں ان کی قوت وطاقت اور سلطنت کی وجہ سے نہیں پہچانی جا سکتی۔

اسلامی فرقے:۔ جو بات ہماری سمجھ میں آتی ہے اور جسے ہم راجح قرار دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ اسلامی فرقوں کے اختلاف اور تفرقہ کے اسباب باوجود اس رابطے کے جو ان کے درمیان ہے، وہ قوی ہو یا ضعیف وکمزور وہ صرف ایک ہے جو مفہوم میں متحد اور مصداق کے لحاظ سے مختلف ہے۔

ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ جو لوگ ابتداء اسلام میں اسلام کی طرف منسوب ہوئے ہیں ان میں سے بعض تو تحقیقی طور پر اور صدق دل سے منسوب ہوئے اور بعض شکل وصورت اور ظاہری طور پر اس کی

طرف ان منافع کے تحت آتے ہیں جو انہیں اس نسبت کی وجہ سے حاصل ہوتے بالکل اسی طرح جیسے بہت سے لوگ کسی سیاسی جماعت کے ساتھ شخصی منافع کی بنا پر منسلک ہو جاتے ہیں۔

اور ان اسباب میں یہ بھی ہے کہ وہ تعلیمات جو نبی اکرمؐ لیکر آئے تھے وہ پورے طور پر آپ کے زمانہ میں اور آپ کی زندگی میں عملی طور پر منطبق نہیں ہوئیں اور جب ان کی تطبیق اور ان پر عمل کرنے کا زمانہ آیا تو ہر ایک نے انہیں اپنے زاویہ نگاہ، اپنے احوال، اپنے مقصد ذاتی اور اپنی عقل کی منطق سے دیکھا۔ علاوہ ازیں جہت سے تعلیمات جو نبی اکرمؐ کی طرف منسوب ہیں انہیں آپ نے صراحت کے ساتھ بیان نہیں فرمایا بلکہ پیروکاروں نے آپ کے اشارہ یا کچھ تصرف سے استنباط کیا یا کسی ایسی چیز سے کہ جس کا مقصد پورے طور پر معلوم نہیں ہو سکا۔ بلکہ ان احکام میں بھی اختلاف کیا کہ جن کی تطبیق اور ان پر آپ عمل کر چکے تھے اس میں شک نہیں کہ آپ نے سینکڑوں مرتبہ ہزاروں مسلمانوں کے سامنے وضوء کیا۔ باوجود اس کے اہل سنت اور شیعہ حضرات کے درمیان صورت وضوء میں اختلاف ہے اور ہر فرقہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ اسی طرح وضوء کرتے تھے نہ کہ اس طرح۔

ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ اسلام کے پیروکاروں کا ایک گروہ آنکھیں بند کر کے ایک شخص پر وثوق کر بیٹھا ہے۔ اور دین و عقیدہ کو منسلک اس کی ولاء و محبت کا لازم جز سمجھتا ہے اور دوسرا فرقہ اسے

متہم سمجھتا ہے اور اس کی مخالفت کرتا ہے۔

خلافت:- ان اسباب اور ان کے علاوہ دیگر اسباب کی بناء پر مسلمان کئی فرقوں اور گروہوں میں بٹ چکے ہیں۔ اور انہیں حدود اور مواقع کے لحاظ سے ہو گئے ہیں اور ان میں سے اہم ترین حد بندی کا سبب مسئلہ خلافت اور وہ چیزیں ہیں جو اس سے ملحق ہیں خصوصاً وہ طریق کار کہ جس سے رسولؐ کے بعد خلیفہ کا تعین و تقرر ہونا چاہیئے۔

اور کیا وہ تعین کا طریقہ نص رسولؐ ہے یا اعیان و بزرگ لوگوں کا کسی کو منتخب کرنا ہے۔ شیعہ حضرات پہلے طریقہ کے قائل ہیں اور اہل سنت دوسرے کے۔

اور ہر ایک کا ایمان اس کے اپنے اس نظریہ کے ماتحت ہے اور اس کا یہ ایمان اس کے عقیدہ اور نظام زندگی کا جزو بن چکا ہے اور یہ چیز جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں صرف اس منہج اور طریق میں اختلاف ہے کہ جس سے خلافت ثابت ہوتی ہے نہ کہ اصل خلافت میں اختلاف ہے۔ تو اب یہ کہنا کہ شیعہ کا عقیدہ ہے غلط ہے جب کہ دونوں اس امر کی اصل اور بنیاد میں متفق ہیں اور یہ کہ اس کی اسناد دین کی طرف سے اس اعتبار سے کہ خلافت ریاست عمومی ہے دین و دنیا میں رسولؐ کی نیابت میں اس پر تمام کا اتفاق ہے تو اب خلافت صرف شیعہ نظریہ یا سنی فکر نہیں بلکہ یہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ البتہ یہ فکر کہ خلافت نص رسولؐ سے

ضروری ہے کہ اسے پہلے کتاب خدا پر پیش کیا جائے اگر ایک کا معنی دوسری سے ٹکراتا ہو یا اس سے متناقض ہو تو ضروری ہے کہ حدیث کو چھوڑ دیا جائے اور اس میں شک نہیں کہ آیت وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اور عصمت جماعت والی حدیث میں تناقض واضح ہے لہٰذا واجب ہے کہ اس حدیث کو طرح کیا اور چھوڑ دیا جائے

اور پھر بعد اس کے کہ شیعوں نے تعیین خلیفہ کا دارومدار نص نبیؐ پر رکھا ہے کہ روایات نام و شخص کے ساتھ معین کرے انھوں نے اس پر استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ بن ابی طالبؑ پر ان کے نام و شخص اور نسب کے ساتھ نص کی ہے۔ اور ان کے لئے عقد خلافت اپنے بعد تمام مسلمانوں کے لئے باندھا ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ علیؑ کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو اور انہیں یہ بتایا ہے کہ علیؑ کی اطاعت خدا و رسول کی اطاعت ہے اور شیعوں نے مسند امام احمد بن حنبل کی جلد اول تاریخ طبری کی جلد ۲ اور تاریخ ابن اثیر کی جلد ۲ اور نیشاپوری کی مستدرک الصحیحین کی جلد ۳ اور سیرۃ الحلبیہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ۲۶/شعراء/۲۱۴ (اور اپنے قریب ترین قبیلہ کو) اپنے قبیلہ کو اپنے گھر میں جمع کیا اور بعد اس کے کہ وہ آپ کے دستر خوان سے کھانا کھا چکے تو انہیں علیؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ھٰذَا اَخِیْ وَوَصِیِّیْ

ہے شیعہ فکر ہے کیونکہ اہل سنت اس کے قائل نہیں جیسا کہ فکر انتخاب سنی فکر ہے چونکہ شیعہ اس کے قائل نہیں ہیں۔

اور بعد اس کے کہ اہل سنت نے تعیین خلیفہ کا دارومدار اور قرارداد وحیدہ اشخاص اور اعیان کے انتخاب پر رکھا جن کو وہ اہل حل و عقد سے تعبیر کرتے ہیں تو ان کی اس رائے کو صالح اور نیک بتانے کے لئے انہوں نے کہا کہ یہ جماعت اہل حل و عقد بندوں کی خطا اور غلطی سے منزہ اور معصوم ہے اور یہ کہ خداوند عالم انہیں حق اور درستی کی طرف ہدایت کرتا ہے اس حدیث کی بنا پر کہ لا تجتمع امتی علی ضلالۃ کہ میری امت کا اجماع اور اتفاق گمراہی پر نہیں ہوگا۔ اور اس روایت کی وجہ سے جیسے بخاری نے اپنی صحیح کتاب الاحکام میں روایت کیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: جو شخص اپنے امیر سے کوئی ایسی چیز دیکھے کہ جسے وہ پسند نہ کرے تو اسے صبر کرنا چاہیئے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت دور ہو کر مر جائے تو وہ جہالت کی موت مرتا ہے۔

اور شیعوں نے اس حدیث کی اور ہر اس حدیث کی تردید کی ہے جو جماعت کی عصمت کی متضمن ہو کیونکہ جماعت خطا کر سکتی ہے۔ بلکہ سورہ اعراف کی آیت ۱۸۷ میں آیا ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے تو پھر کم لوگ تو بدرجہ اولیٰ علم نہیں رکھتے اگرچہ وہ اہل حل و عقد ہی کیوں نہ ہوں۔ علاوہ ازیں شیعہ اور سنی کا بھی اتفاق ہے کہ جو حدیث رسولؐ کی طرف منسوب ہو کہ آپ نے

وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا۔ یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے پس اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ اور استاد محمد عبداللہ عنان مصری نے اپنی کتاب تاریخ الجمعیات السریہ میں اس مقام پر حاشیہ لگایا ہے اور کہا ہے کہ یہ بات کہنا غلط ہے۔ کہ شیعہ پہلی دفعہ اس وقت ظاہر ہوئے جب خوارج نے پھوٹ ڈالی تھی بلکہ شیعوں کی ابتداء اور ظہور رسول اکرمؐ کے زمانہ میں ہوا ہے۔ جب آنحضرتؐ کو اپنے قبیلہ کے انذار کا حکم اس آیت سے ملا تھا وانذر عشیرتک الاقربین۔ پھر اس حدیث کو آخر تک بیان کیا ہے۔

اور علماء شیعہ اثنا عشریہ نے علی علیہ السلام پر نص کے سلسلہ میں متعدد کتب لکھی ہیں اور ان کتب میں سنی اور شیعہ طرق سے آیات و احادیث کو جمع کیا ہے۔ ان کتب میں سے شافی سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کی اور نہج الحق علامہ حلی کی اور دوسری جلد دلائل الصدق مظفر کی اور نقض الوشیعہ اور اعیان الشیعہ کی پہلی جلد سید امین کی اور مراجعات شرف الدین کی اور غدیر امینی کی ہے (رضوان اللہ علیہم)

اور جو کچھ ہم اب تک بیان کر آئے ہیں اب اس کا خلاصہ بتاتے ہیں پہلی بات یہ کہ عصمت کا نظریہ صرف شیعہ کی فکر اور ان کا قول نہیں بلکہ اہل سنت بھی اس کے قائل ہیں اور ان میں اختلاف تطبیق میں ہے۔ اہل سنت جماعت کے لئے عصمت قرار دیتے ہیں اور شیعہ امام منصوص علیہ کے لئے لہذا اس فکر کی نسبت نظریہ کے لحاظ سے اہل سنت کو چھوڑ

کر شیعوں کی طرف دینا غلط اور اشتباہ ہے بالکل اسی طرح جیسے خلافت کی فکر کو سنیوں کو چھوڑ کر صرف شیعوں کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خلافت کی بہ ذاتی طور پر نص کے وارد ہونے کی فکر فطری دینی اور اصلاحی ہے جس کی استناد کتاب و سنت سے ہے نہ یہ کہ یہ سیاسی نظریہ اور فکر ہے۔ جس طرح کہ کہا گیا ہے کہ اس کا مرکز حق وراثت ہے علم کے لحاظ سے۔ ورنہ یہ صرف خطرات و خیالات کی فکر ہے کہ جس کا ماخذ صرف علیؑ و محمدؐ کے درمیان قرابت نسبی اور عصبی ہے۔

اور تیسری بات یہ کہ رسول علیہ السلام کی خلافت کی نص کا مبدء اور اساس ہی بنیادی فرق ہے جو دونوں میں حائل ہے۔ یہ سنی اور شیعہ ہیں کہ جن کو مقام اول حاصل ہے ایمان و عقیدہ فقہ و فرق اسلامیہ ہیں اور اس کا بہت زیادہ اثر ہے سیاست اور فلسفہ علم کلام فقہ تفسیر حدیث تصوف اور ادب اسلامی میں ہر مقام پر ترک کردہ تھے اور کہانیاں کہ جن سے کتاب خدا رسولؐ خدا اور ان کے فرزند علیہم السلام اور حقیقی شیعہ بری ہیں امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں ہمارا شیعہ نہیں مگر وہ شخص جو ہمارے متعلق حق بات کرے۔

شیعہ کی ابتداء

شیعہ کہتے ہیں

کہ رسول اللہؐ ہی نے علیؑ کی شیعیت کا بیج بویا اس طرح وہ شا

رکھیں صرف دشمنی اور محبت ہی کی نہیں کی، کے ذریعہ ہوا ہے ۔

جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے۔ اے علیؓ تجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق ۔

اور آپ کا ارشاد ہے علیؓ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؓ کے ساتھ ہے بلکہ آپؐ نے ہی علیؓ کی پیروی کرنے والوں پر لفظ شیعہ کا اطلاق اور استعمال کیا ہے اور انہوں نے ہی ان کا یہ نام رکھا ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے علیؓ سے یہ فرمایا کہ اے ابوالحسن تم اور تمہارے شیعہ جنتی ہیں اور فرمایا تم اور تمہارے شیعہ راضی و مرضی ہو کر آئیں گے ۔

شیعوں نے یہ حدیث ابن حجر شافعی کی کتاب صواعق محرقہ سے نقل کی ہے۔

اور البتہ اس بیج کا سب سے پہلے ظہور اس وقت ہوا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اور ابوبکرؓ کی بیعت خلافت کی گئی۔ جب کہ علیؓ آپؐ کے شیعہ اور آپؐ کے انصار نے بیعت سے انکار کر دیا اور وہ بقول اہل سنت کے پورے چھ ماہ تک بیعت سے انکاری رہے۔ اس کو ان کے تمام مورخین اور پرانے اور نئے لکھنے والوں نے ذکر کیا ہے۔ اور ان میں سے آخری شخص مصری ادیب احمد عباس صالح ہے اس نے ایک مسلسل مقالہ لکھا ہے۔ الیمین والیسار کے عنوان سے مجلہ کاتب میں جو قاہرہ میں چھپتا ہے اس میں سے عدد نمبر کانون ثانی ۱۹۶۵ء میں کہتا ہے کہ جس وقت نبی اکرمؐ نے وفات پائی

تو زیادہ تر مسلمان اس نظریہ کے ساتھ تھے کہ جس کو علیؓ اور اصحاب علیؓ اپناتے تھے کیونکہ اس نظریہ کے زعیم اور سربراہ خود نبی اکرمؐ تھے اور دینی اس کے مبادی و اساس کی بنیاد رکھنے والے تھے۔ اور اسی نے عدد نمبر ۸ شمارہ ۱۹۶۵ء میں کہا ہے۔ کہ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں سے ایک کبیر اور بڑی جماعت یہ اعتقاد رکھتی تھی کہ علیؓ ابوبکرؓ اور عمرؓ سے زیادہ حقدار خلافت ہے ۔

اور یہ شیعیت کا بیج پھیلنا اور بڑھنا شروع ہوا اور مختلف ازمنہ اور اسلام کی اجتماعی اصلاحی تحریکوں کے ساتھ ساتھ پے در پے پھیلتا اور بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ اصحاب اور پہلے طالبان حق اور صالحین و مخلصین کا عقیدہ ہو گیا یہ اس بنا پر ہے چونکہ علیؓ اسی طریق اور راستہ پر چلتے تھے کہ جسے رسول اکرمؐ نے بنایا تھا۔ مسعودی مروج الذہب میں کہتا ہے کہ میدان صفین میں علیؓ کے ساتھ نوے ہزار مسلمان تھے کہ جن میں سے دو ہزار آٹھ سو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے

بارہ خلیفے :-

اہل سنت اور شیعہ نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا تحقیق خلافت قریش میں ہے اور ان خلفاء کی تعداد بارہ ہے۔ صحیح بخاری ج ۹ کتاب الاحکام میں آیا ہے جس کے بعینہ الفاظ یہ ہیں قال رسول اللہ لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم

وَ یَکُوْنُ اِثْنَا عَشَرَ اَمِیْرًا - آپ نے فرمایا یہ امر (خلافت) ہمیشہ قریش میں رہے گا جب تک ان کے دو آدمی بھی باقی رہیں۔ اور بارہ امیر ہوں گے اور ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے کتاب فتح الباری جلد ۱۳ ص ۱۸۱ طبع مصر" میں کہا ہے اس وقت کے کتنے خلیفے مالک بنیں گے پس انہوں نے فرمایا بارہ نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر اور اس بات کا سوائے خوارج کے کوئی مخالف نہیں ہے کیونکہ خوارج کہتے ہیں کہ خلافت قریش میں منحصر نہیں بلکہ سب لوگ اس میں برابر ہیں۔

اور بعد اس کے کہ اہل سنت اور شیعہ متفق ہیں کہ خلافت قریش میں منحصر ہے شیعہ کہتے ہیں کہ قریش میں سے افضل بنی ہاشم ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر جو مسلم نے اپنی صحیح ج ۲ بعنوان کتاب الفضائل بیان کی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ بے شک خداوند عالم نے اسماعیل سے کنانہ کو چنا اور قریش کو کنانہ سے چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور مجھے بنی ہاشم میں سے چنا۔ اور مزید مسلم نے اسی کتاب مذکور میں فضائل علیؑ بن ابی طالب کے عنوان میں لکھا ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا اما بعد یاد رکھو اے لوگو بے شک میں ایک بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پروردگار کا قاصد آ جائے اور میں اس کے پیغام کو قبول کروں اور بے شک میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے کہ جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس کتاب خدا کو

پکڑے رہنا اور اس سے تمسک رکھنا اور میرے اہل بیت میں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ آپ نے یہ فقرہ تین مرتبہ فرمایا۔

شیعہ کہتے ہیں کہ جب ہم ان تین احادیث کو جمع کرتے اور ایک دوسرے سے ملاتے ہیں کہ خلافت قریش میں ہے۔ قریش میں سے بنی ہاشم چنے ہوئے ہیں۔ اور دو وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اور ان میں سے بعض کا بعض پر عطف کریں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خلافت رسولؐ خدا کے اہل بیت میں منحصر ہے اور وہ علیؑ اور اس کے بیٹے ہیں۔

پس اہل سنت شیعہ کے ساتھ اس میں متفق ہیں کہ خلافت کا ہونا ضروری ہے اور وہ صرف قریش میں منحصر ہے اور آئمہ (خلفاء) کی تعداد بارہ ہے البتہ اہل سنت شیعہ سے دو چیزوں میں اختلاف کرتے ہیں (۱) خلافت کا بنی ہاشم میں منحصر ہونا اور خصوصاً علیؑ و اولاد علیؑ میں ہونا۔ (۲) بارہ اماموں کے نام و نسب کے تعین میں ان دو باتوں میں اختلاف کرتے ہیں باقی رہی اصل بارہ کی فکر نظریہ تو وہ اہل سنت اور شیعہ بارہ اماموں میں مکمل اتفاق ہے تو یہ اسی بنا پر بارہ امام کے خلیفہ ہونے کی فکر اسلامی ہے جو عالمین کو شامل ہے نہ صرف سنی فکر ہے اور نہ صرف شیعہ بالکل اسی طرح جیسے عصمت اور فکر خلافت عہدہ اور قاعدہ کے لحاظ سے مشترک ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ صرف شیعہ نے اس فرقہ کو اثنا عشریہ کا نام دینے کا سبب کیا ہے۔ حالانکہ یہ معلوم ہے کہ اہل سنت بھی بارہ

اماموں پر ایمان رکھتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ اس فرقہ کا بارہ اماموں کے اسماء و اعیان یعنی نام و شخص کے تعین پر اتفاق و اجماع ہے اور اہل سنت کے ہاں اختلاف ہے بعض ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ بارہ ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئے اور وہ عنقریب پیدا ہوں گے اور وہ مہدی منتظر کے ظہور اور ان کی وفات کے بعد زمین کے مالک بنیں گے اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ بارہ سے مراد اصحاب رسولؐ کے علاوہ ہیں۔ کیونکہ آپ کے اصحاب کا معاملہ اور حکم آپ سے مربوط ہے۔

اسی بناء پر عثمانؓ اور مروان، معاویہ کے علاوہ بنی امیہ کے بارہ افراد امام ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں صحابی ہیں اس نظریہ کے تحت پہلا امام ان آئمہ میں سے جو نبی اکرمؐ کی مراد تھے۔ یزید بن معاویہ ہوگا۔ پھر اس کا بیٹا معاویہ پھر عبد الملک اور اس کے چار بیٹے ولید، سلیمان، یزید و ہشام اور عمر بن عبد العزیز و ولید بن یزید و یزید بن ولید اور اس کا بھائی ابراہیم اور مروان حمار اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ وہ آئمہ ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ معاویہ اس کا بیٹا یزید عبد الملک اس کے چار بیٹے اور عمر بن عبد العزیز ہیں اور بعض ان میں سے کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ زمانہ اسلام میں قیامت تک بارہ اماموں کا وجود ہوگا۔ اگرچہ وہ پے در پے نہ ہوں ان کے علاوہ بھی اقوال موجود ہیں۔ فتح الباری عسقلانی ج ۱۳ ص ۱۸۰ طبع ۱۳۰۱ھ۔

بارہ امامی فرقہ:۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شیعیت تو نبی اکرمؐ کے زمانہ میں ہی برپا ہو گیا ہے اور اس کا ظہور ابوبکر کی بیعت کے وقت ہوا ہے۔۔ اور جنگ صفین کے دن وہ پھلا اور پھولا ہے۔ پس علیؑ کا فرقہ، فرق اسلام میں سے پہلا ہی فرقہ ہے جو آپ کی زندگی میں پیدا ہوا اور وہ آپ کی امامت و وصیت پر آپ کی شہادت تک ثابت قدم رہا۔ البتہ آپ کے بعد اس کے کئی فرقے ہو گئے۔ جن میں سے اکثر ختم ہو گئے۔ اور زمانہ کے ساتھ مٹ گئے اور ان میں سے بعض اس وقت تک قائم و ثابت ہیں اور آخر تک رہیں گے باوجود ان حملوں اور گروہوں کے جو ان کے مٹانے اور تباہ کرنے میں لگی رہیں اور یہی حال ہے تمام فرقوں کا کوئی سا ایسا فرقہ ہے کہ جس میں زمانہ بقاء اور ارتقاء کا قاعدہ منطبق ہوتا ہے بالکل درخت کی شاخوں کی طرح جو کہ ایک ہی اصل سے پھوٹتی ہیں پس وہ ٹہنیاں پھلتی اور بڑھتی رہتی ہیں اور وہ اس پھل و پھول سے بار آور ہوتی ہیں جو بقاء اور استمرار کی صلاحیت رکھتی ہیں اور جن میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی وہ خشک ہو کر گر جاتی ہیں۔ ختم ہو جانے والے شیعہ فرقوں میں سے ایک وہ فرقہ ہے جو کہتا تھا کہ حضرت علیؑ شہید نہیں ہوئے اور نہ ہی وہ وفات پائیں گے جب تک زمین کو عدل و انصاف سے پر نہ کر دیں۔

ایک فرقہ آپ کے بیٹے محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل تھا جو کیسانیہ

کے نام سے مشہور تھا اور ان فرقوں میں سے جو کہ آج تک باقی ہیں ایک فرقہ
اثنا عشریہ یا بارہ امامی ہے۔ جنہوں نے جناب حسنؑ بن علیؑ کی امامت
کو ان کے والد گرامی کے بعد زیرِ بحث رکھا کیونکہ نبی اکرمؐ نے ان پر
اور ان کے بھائی حسینؑ پر نص کی تھی اپنے اس ارشاد کے ساتھ ولدای
ھذان امامان قاما او قعدا۔ میرے یہ دونوں بیٹے امام ہیں خواہ یہ
کھڑے ہو جائیں یا بیٹھ جائیں اور اسی نص کی بنا پر امامت حسنؑ کے بعد امام
حسینؑ کی طرف منتقل ہوئی پھر حسینؑ نے امامت کی وصیت اپنے
بیٹے علیؑ زین العابدینؑ کے لئے کی اور انہوں نے اپنے بیٹے محمد باقرؑ
کے لئے اور جناب باقرؑ نے اپنے بیٹے جعفر صادقؑ کے لئے پھر صادقؑ
نے موسیٰ کاظمؑ کے لئے پھر کاظمؑ نے اپنے بیٹے علی رضاؑ کے لئے
پھر علی رضاؑ نے اپنے بیٹے محمد جوادؑ کے لئے پھر جوادؑ نے اپنے بیٹے
علی ہادی (نقی) کے لئے اور انہوں نے اپنے بیٹے حسنؑ عسکری کے
لئے وصیت کی اور ان سے امامت ان کی وصیت سے ان کے بیٹے محمدؑ
بن الحسنؑ کی طرف منتقل ہوئی اور آنجناب ہی مہدی منتظر ہیں جو
والد کی وفات کے بعد پردہ پوش ہو کر غائب ہو گئے اور یہ [illegible]
کی بات ہے۔

اور مظفر نے ایک کتاب لکھی ہے کہ جس کا نام ہے المھدی المنتظر
والعقل۔ اور انہوں نے اس فکر کو حجت عقل کے قریب کیا ہے اور کچھ
شیعہ و سنی تالیفات کا ذکر کیا ہے۔ جو مہدی علیہ السلام کے متعلق

لکھی گئی جیسے جبر شنی نے کتاب مہدی کو کتاب الاسلام والعقل میں
درج کیا ہے۔

اور یہ وصیت میں تسلسل ایک امام سے دوسرے امام کی طرف
شیعہ اثنا عشریہ کا بنیادی عقیدہ ہے کیونکہ ان کے نزدیک امام
صرف وہ ہے کہ جس پر بلا واسطہ یا بواسطہ امام منصوص علیہ ہی نص
کرے اور اسی بنا پر ہی امامت ایک منصب الٰہی ہے جو نبوت
کے دوسرے درجہ پر آتی ہے پس نبی اللہ کی طرف سے تبلیغ کرتا
ہے اور امام نبی کی طرف سے۔

یہ ہیں فرقہ اثنا عشریہ کے بارہ امام کہ جن کے وجود پر ایک
ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے باوجود ان مظالم اور مصائب
کے جو ان پر ڈھائے گئے ہیں۔

شیعہ امامیہ کے عقائد —

ہر وہ انسان جو اچھی طرح پڑھ سکتا ہے تو اس کو واضح اور ظاہر طور
پر اثنا عشریہ شیعہ کے عقائد مل سکتے ہیں کہ جن کو وہ زیادہ باوثوق
مصادر اور معتبر مراجع و مآخذ سے حاصل کر سکتا ہے کیونکہ
ان کے قدیم اور متاخر علماء نے اس موضوع پر متعدد کتب لکھی ہیں۔
بطور مثال ان میں سے اعتقادات الصدوقؒ اور اس کی شرح ہے
شیخ مفیدؒ کی، نیز شیخ مفیدؒ کی اوائل المقالات اور قواعد العقائد خواجہ

نصیر الدین الطوسی کی اور اس کی شرح علامہ حلی کی اور شرح باب حادی عشر مقداد کی اور نقض الوشیعہ سید محسن امین کی اور اصل الشیعہ و اصولہا شیخ محمد حسین کاشف الغطاء کی اور عقیدۃ الشیعۃ الامامیہ سید ہاشم معروف کی اور عقائد الامامیہ شیخ مظفر کی اور الشیعہ والتشیع اور مع الشیعۃ الامامیہ مرتضیٰ کی۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ کس طرح خفا اور التباس میں پڑ سکتا ہے وہ شخص جو اس فرقہ کے عقائد سے معترض ہوتا ہے۔ باوجود ان کے کثیر مصادر کے اور ان کے نشر ہونے کے اور جو کچھ کہ ہم ہیں شیعہ اثنا عشریہ معتقد ہیں توحید عدل نبوت قیامت کے اور روزہ نماز حج خمس زکوٰۃ کے وجوب کے اور ہر اس چیز کے جو قرآن کریم میں آئی ہے اور جو رسول کریم سے تواتر یا ثقات کے نقل سے ثابت ہے اور شیعہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ نقل کی تاویل ضروری ہے ایسی کہ جس سے وہ عقل سے متفق ہو جائے اور یہ کہ قرآن یہی کچھ ہے جو لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہے نہ اس میں کوئی زیادتی ہوئی اور نہ نقصان اور وہ باب اجتہاد کے کھلے ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ صاحبان معرفت اور اس کے اہل لوگوں کے لئے اور یہ کہ جاہل امور شرعیہ فرعیہ میں عالم کی تقلید کرے اور یہ کہ ہر انسان پر علم کا حصول کفایہ کے طور پر واجب ہے اور تمام انبیاء اور سچے بادشاہوں کی عصمت کا اور خوف و ضرر کے وقت تقیہ کا اعتقاد رکھتے ہیں اور عصمت و تقیہ کو تفصیل کے ساتھ ہم نے کتاب الشیعہ والتشیع میں ذکر کیا ہے اور ان کا اعتقاد ہے کہ امامت اصول مذہب میں سے ایک اصل ہے

نہ کہ اصول اسلام سے چنانچہ جو امامت کا منکر ہو وہ مسلمان ہے اور اس کے لئے وہ کچھ ہے جو باقی مسلمانوں کے لئے ہے اور اس پر وہ کچھ ہے جو تمام مسلمانوں پر ہے جب وہ توحید نبوت اور قیامت کا اعتقاد رکھتا ہو البتہ وہ شیعہ امامیہ نہیں ہے۔

اور وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ کسی انسان کے متعلق غلو کرنا یا کسی کی خدائی کا قائل ہونا کفر ہے وہ اہل بیت میں سے ہو یا ان کے غیر میں سے کیونکہ علی کا ارشاد ہے عنقریب میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہوں گے حد سے بڑھ کر محبت کرنے والا کہ جسے محبت غیر حق کی طرف لے جائے گی اور بغض رکھنے والا بغض کی وجہ سے حد سے نکل جانے والا کہ جسے بغض غیر حق کی طرف لے جائے گا اس سلسلہ میں لوگوں میں سے بہتر درمیانی قسم ہے اس کو لازم پکڑے رہو۔

اور اثنا عشری شیعہ نے اپنے پانچویں امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہمارا شیعہ نہیں مگر وہ شخص جو اللہ سے ڈرے۔۔۔ اللہ اور کسی کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں اور ہم اللہ کے قریب نہیں ہوتے مگر اس کی طاعت کے ذریعہ ہی جو شخص اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہے تو وہی ہمارا ولی و دوست ہے اور جو اللہ کا نافرمان ہے وہ ہمارا دشمن ہے اور ہماری ولایت عمل اور ورع و پرہیزگاری کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

اور شیعہ نے اپنے چھٹے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ہمارے

متعلق حق بات کے علاوہ کچھ نہ کہو اور فرمایا جعفرؑ کا شیعہ ہے وہ جس کا شکم اور شرمگاہ حرام سے محفوظ ہوں اور شدت سے کوشش کرے اور خالق کے لئے عمل کرے اور اس کے ثواب کی امید اور عقاب سے خوف رکھے پس جب ایسے لوگوں کو دیکھو تو وہ ہیں جعفرؑ کے شیعہ۔

ایک شیعہ شاعر نے سچے شیعوں کے ایمان و عقیدہ کی توصیف اس طرح کی ہے۔

ان ینطقوا ذکروا وان سکتوا تفکروا — وان غضبوا غفروا وان قطعوا وصلوا
وان ظلموا صفحوا او وزنوا رجحوا — وان سئلوا سمحوا وان حکموا عدلوا

جب بولیں تو ذکر کرتے ہیں اور جب خاموش ہوں تو فکر کرتے ہیں اگر انہیں غصہ دلایا جائے تو معاف کر دیتے ہیں اور ان سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرتے ہیں اگر ان پر ظلم کیا جائے تو درگزر کرتے ہیں اور انہیں تولا جائے تو بھاری ہو جاتے ہیں اگر ان سے سوال کیا جائے تو سخاوت کی بارش کرتے ہیں اور اگر وہ حکم کریں تو عدل و انصاف کرتے ہیں۔

مہدی منتظر۔

باقی رہے مہدی منتظر تو یہ اسلامی فکر و نظریہ کہ جسے اہل سنت اور شیعہ دونوں گلے سے لگائے ہوئے ہیں۔ بے شک اہل سنت نے آپ کے متعلق نبی اکرمؐ سے احادیث بیان کی ہیں اور انہیں اپنی کتب صحاح میں تدوین و ذکر کیا ہے اور وہ احادیث کثرت میں حد تواتر تک

پہنچی ہوئی ہیں۔ ان احادیث میں سے ایک وہ حدیث ہے جو سنن ابن ماجہ ج ۲ حدیث نمبر ۴۰۸۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مہدی ہوگا کہ جس کی برکت سے میری امت ان نعمات سے مالا مال ہوگی کہ جیسی نعمتیں انہیں کبھی بھی نصیب نہیں ہونگی۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اسطرح پر کر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔

اور ان احادیث میں سے وہ ہے جو سنن ابو داؤد سجستانی ج ۲ ص ۴۲۲ طبع ۱۹۵۲ میں اور صحیح ترمذی ج ۹ ص ۷۴ طبع ۱۹۳۴ میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہ جائے تو خدا اس دن کو اتنا طویل بنا دے گا۔ یہاں تک کہ میری اہل بیت میں سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کریگا۔ جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی اور صاحب بیان الشیعہ نے چوتھی جزء میں محمد بن ابراہیم حموی شافعی کی فرائد السمطین سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا جو شخص خروج مہدیؑ کا انکار کرے تو وہ اس چیز کا منکر ہے جو محمدؐ پر نازل ہوئی ہے اور علماء اہل سنت نے خصوصی جو کتب مہدیؑ کے سلسلہ میں لکھی ہیں ان میں سے بعض ہم مثال کے طور پر ذکر کرتے ہیں: ابو نعیم اصفہانی کی کتاب عقد المہدی گنجی شافعی کی البیان فی اخبار صاحب الزمان۔ ملا علی متقی کی البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان۔ فیاد الرداجی

کی مخبر المہدی، سیوطی کی العرف الوردی فی اخبار المہدی، ابن حجر کی القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر اور جلال الدین یوسف دمشقی کی عقد الدرر فی اخبار المہدی المنتظر جس نے لطف اللہ الصافی کی منتخب الاثر سے نقل کی ہے۔

باقی رہے وہ علماء اہل سنت جنہوں نے اپنی تالیفات میں خصوصیت سے علیحدہ ابواب قائم کئے ہیں مہدی کے متعلق احادیث کے لئے ان کو تو شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان احادیث و مقالات کتب کثیرہ اہل سنت نے بہت سے لوگوں کو یہ جرأت دلا دی کہ انہوں نے اپنے لئے مہدی موعود ہونے کا دعوے کر دیا اور یہ چیز ہماری کہی ہوئی بات کو ثابت کرتی ہے کہ مہدی منتظر کی فکر و نظریہ کے اہل سنت اور شیعہ باہم قائل ہیں۔ بالکل اسی طرح کہ جیسے خلافت اور اثنا عشریہ زیادہ امامیوں کی فکر ہے مہدی کے لحاظ سے اور ان میں سوائے سمجھنے اور منطبق کرنے کے اور کوئی اختلاف نہیں۔

اور جس طرح جانبین مہدی منتظر کے نظریہ اور فکر میں متفق ہیں اسی طرح اس کے تمام نسب کیفیت اور لقب میں بھی متفق ہیں اور یہ کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا۔

باقی رہی وہ جہت کہ جس میں ان کا اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ کیا وہ پیدا ہو چکا ہے یا ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔

شیعہ اور اہل سنت کے درمیان زیادہ اہم فرق و اختلافات

علاوہ ان چیزوں کے جو گذر چکی ہیں شیعہ اثنا عشریہ اہل سنت کے ساتھ چند اور چیزوں میں مختلف ہیں ان میں سے بعض کی بازگشت عقائد کی طرف ہے اور بعض کی احکام کی طرف۔

ان میں سے جو زیادہ اہم ہیں وہ یہ ہیں۔

معرفت خدا:

اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا کی معرفت سمعی طور پر واجب ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہی لوگوں پر واجب کیا ہے کہ وہ اسے پہچانیں، نہ کہ عقلی طور پر (کتاب المواقف لایجی متوفی ۷۵۶ھ ۱۳۵۵ء
۱-۱۱۵۲ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۲۵ھ)۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت عقلاً واجب ہے نہ کہ سمعاً یعنی عقل انسان پر واجب قرار دیتی ہے کہ وہ اپنے خالق کو پہچانے کیونکہ واجب ہونے کی پہچان واجب کرنے والے کی پہچان پر موقوف ہے لہذا ضروری ہے کہ پہلے ہم عقل کے ذریعہ خدا کو پہچانیں پھر ان چیزوں میں غور و فکر کریں جو اس نے واجب کی ہیں اور جو واجب نہیں کیں اور یہ محال ہے کہ ہم اس کے احکام کو پہچانیں۔ جبکہ خود اسکو نہیں پہچانتے باقی رہیں وہ چیزیں جو اس سلسلہ میں سمعی (شرعی) طور پر آئی ہیں۔ مثلاً خدا کا یہ ارشاد کہ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ علم پیدا کرو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو یہ حکم عقل کا بیان اور تقریر ہے۔

نہ کرنا جس میں جدید ہے تمام شرع کی طرف سے ۔

اور اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا کا دیکھا جانا صحیح ہے ۔ المواقف الایجی ۸/۱۱۵

اور شیعہ کہتے ہیں کہ خدا کو دیکھنا محال ہے اور دنیا و آخرت میں اس کا دیکھا جانا ناممکن ہے ۔

اور شیعہ نے ان آیات کی تاویل کی ہے کہ جن کا ظاہر یہ ہے کہ اسے دیکھا جا سکتا ہے ۔

اور انہوں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ خدا عقل و بصیرت سے دیکھا جا سکتا ہے نہ کہ آنکھ و بصارت سے ۔

اور اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا کی صفات زائد بر ذات ہیں ۔

اور شیعہ کہتے ہیں بلکہ عین ذات ہیں ۔

کلام اللہ :-

کیا اصل تورات و انجیل اور قرآن کریم کے الفاظ کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہے کہ جس کو کلام اللہ کہا جائے ۔ یا کلام خدا یہی الفاظ ہیں جو ان آسمانی کتب میں موجود ہیں ۔

اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ وہ کلام جو ان آسمانی کتب میں موجود ہے ۔ یہ حقیقی کلام اللہ نہیں بلکہ خدا کی کلام قدیم ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے بالکل اسی طرح جس طرح علم و قدرت و ارادہ ہے ۔

اور یہ کلمات جو کہ لکھے ہوئے ہیں کہ جنہیں ہم پڑھتے ہیں اور خداوند عالم

کی طرف ان کی نسبت دیتے ہیں یہ تعبیر ہیں اس کلام کی جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے ۔ جس طرح ہمارا کہنا اللہ کا علم اللہ کا ارادہ تعبیر ہے اس کے علم و ارادہ کی جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے ۔

اور شیعہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی کلام کو ایجاد کرتا ہے تو اس کی کلام ہی دلالت کرتی ہے اس معنی پر کہ جس کے لئے اس نے وہ لفظ بولا ہے لہذا اس بنا پر کلام اللہ وہی کلمات ہی ہیں جو تورات انجیل اور قرآن میں موجود ہیں ۔

اور یہ کلمات حادث اور مخلوق ہیں اور ان کے حادث ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا محل حوادث ہو کیونکہ خدا کلام کو ایجاد کرتا ہے جس طرح باقی کائنات کو خلق فرماتا ہے ۔

افعالِ خدا :-

اہل سنت یہ کہتے ہیں یہ جائز نہیں کہ خدا کے افعال معلل بالاغراض والعلل و غائیہ ہوں یعنی خدا کسی غرض و غائیت کو دیکھ کر کوئی کام کرتا ہو کیونکہ نہ کوئی چیز اس پر واجب ہے اور نہ کوئی فعل اس سے قبیح ہے ۔ (المواقف ۸ : ۲۰۲ اور شیخ ابو زہرہ کی کتاب المذاھب الاسلامیہ) رفض وحدانیۃ الکون نفرت تعلیل الافعال ۔ جن کے الفاظ یہ ہیں ۔ اشاعرہ یعنی اہل سنت کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے چیزوں کو بغیر علت و سبب کے پیدا کیا ہے کیونکہ یہ چیز خدا کے ارادہ کو مقید

کر دیتی ہے۔
اور شیعہ کہتے ہیں کہ خدا کے تمام افعال مصالح کے تابع ہیں جو لوگوں کی طرف لوٹتے ہیں یا جن کا تعلق نظام عالم کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ علیم و حکیم کی شان ہے۔

امر اور ارادہ:-

اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا جن چیزوں کا حکم دیتا ہے اور جنہیں چاہتا ہے ان میں تلازم نہیں اور جن سے منع کرتا ہے۔ اور جنہیں برا سمجھتا ہے انہیں بھی تلازم نہیں بلکہ کبھی خدا ایسی چیز کا حکم دیتا ہے جسے پسند نہیں کرتا اور منع کرتا ہے اس چیز سے جسے پسند کرتا ہے
(المواقف ۸: ۱۷۹)
اور شیعہ کہتے ہیں کہ جب خدا کسی چیز کا حکم دے تو یہ اس کے ارادہ پر دلالت کرتا ہے اور جب وہ کسی چیز سے منع کرے تو یہ اس کے ناپسند کرنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ محال ہے کہ وہ ایسی چیز کا حکم دے کہ جسے وہ پسند نہیں کرتا اور ایسی سے منع کرے کہ جسے پسند کرتا ہے۔

اطاعت گزار پر عقاب اور گنہگار کو ثواب دینا۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ عقل اللہ تعالیٰ کے لیے جائز قرار دیتی

ہے کہ وہ اطاعت گزار کو عقاب اور سزا دے اور گنہگار کو ثواب اور جزا دے کیونکہ مطیع اپنی اطاعت کی وجہ سے ثواب کا مستحق نہیں ہوتا اور عاصی اپنی معصیت کی بنا پر عقاب کا مستحق نہیں اور نیز عقل جائز سمجھتی ہے کہ خدا وعدہ خلافی کرے (المواقف ۸، المقصد الخامس والسادس من المرصد الثانی فی المعاد) کتاب المذاہب الاسلامیہ لابی زہرہ فصل بعنوان مناہجہ وادلتہ رقم ۱۰۱)
اور شیعہ کہتے ہیں کہ عقل یہ جائز نہیں سمجھتی کہ خداوند عالم مطیع کو عقاب کرے البتہ یہ جائز قرار دیتی ہے کہ وہ گنہگار پر فضل و کرم کرے بالکل اسی طرح جیسے تیرے لئے یہ جائز ہے۔ کہ تو اس شخص پر فضل و مہربانی کرے جو تیرے ساتھ برائی کرے لیکن یہ تیرے لئے جائز نہیں کہ تو اس سے برائی کرے جو تیرے ساتھ نیکی کرے۔

جبر و اختیار:-

اہل سنت کہتے ہیں کہ بندوں کے تمام افعال وہ اچھے ہوں یا برے اللہ کی طرف سے ہیں۔ اور بندوں کی قدرت و طاقت کی ان میں کوئی تاثیر و اثر نہیں اور تکلیف مالا یطاق (جس کی انسان طاقت نہیں رکھتا) اللہ کے لئے جائز ہے کیونکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور کوئی چیز اس پر واجب نہیں ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس سے قبیح ہے۔
(کتاب المواقف ۸: المقصد الاول والثانی والسابع من المرصد

(الساوی فی افعالہ تعالیٰ)

اور شیعہ کہتے ہیں کہ انسان فاعل مختار ہے مجبور اور قیدی نہیں اور خدا کسی کو اس کی وسعت و طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اور بندے کے اچھے افعال اللہ کی طرف سے اس لئے ہیں چونکہ وہ انہیں چاہتا ہے اور اس نے ان کے بجالانے کا حکم دیا ہے اور وہ بندے کے بھی ہیں۔ چونکہ وہ اس کے اختیار اور ارادے سے صادر ہوتے ہیں۔

باقی رہے برے افعال تو وہ صرف بندے کی طرف سے ہیں کیونکہ وہ اپنی ہی مشیت و ارادہ سے ان کا فاعل ہے اور وہ اللہ کے اس بنا پر نہیں چونکہ اس نے ان سے منع کیا اور روکا ہے۔

حُسن و قبح:-

اہل سنت کہتے ہیں کہ عقل حسن و قبح (اچھائی اور برائی) کو درک نہیں کر سکتی بلکہ حسن (اچھا) وہ کام ہے کہ جس کا شارع حکم دے دے۔ اور قبیح وہ ہے جس سے وہ منع کر دے اور اگر وہ اس چیز کا حکم کر دے کہ جس سے منع کی تھی تو وہ حسن ہو جائے گا۔ بعد اس کے کہ وہ قبیح تھا۔ اور اگر وہ اس سے منع کر دے کہ جس کے متعلق پہلے حکم دیا تھا تو وہ قبیح ہو جائے گا۔ بعد اس کے کہ وہ حسن تھا اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ حسن ہے چونکہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے اور یہ قبیح ہے چونکہ خدا نے اس سے منع کیا ہے۔ (کتاب المواقف ۸ : المقصد الخامس فی

الحسن والقبح من المرسل، الساوی فی افعالہ تعالیٰ)

اور شیعہ کہتے ہیں کہ عقل مستقل طور پر شریعت سے ہٹ کر حسن و قبح کو درک کر سکتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ خدا نے اس کا اس لئے حکم دیا ہے چونکہ یہ حسن ہے اور اس سے اس لئے منع کیا ہے چونکہ یہ قبیح ہے۔

اسباب و مسببات:-

اہل سنت کہتے ہیں کہ مسببات اسباب کے ماتحت جاری نہیں ہوتے اور تمام ممکنات کا استناد صرف خدا کی طرف ہے بغیر کسی واسطہ کے اور وہ واقعات و حادثات جو یکے بعد دیگرے آتے ہیں ان میں کوئی تعلق و علاقہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ عادت جاری ہوئی ہے کہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کے بعد واقع ہوں۔ مثلاً آگ کے اتصال کے بعد جلانا اور پانی پینے کے بعد سیراب ہو جانا۔ لہٰذا جلانا اور سیرابی ہر ایک کا بلاواسطہ خدا کی طرف استناد ہے اور آگ کے مس ہونے اور پانی پینے کا اس میں کوئی دخل نہیں (المواقف ۸ : ۱۵۹ اور ۲۰۳ - ۲۰۴)

اور شیعہ یہ کہتے ہیں کہ تمام مسببات اپنے اسباب کے ساتھ مربوط ہیں لہٰذا پانی ہی سیراب کرتا ہے اور آگ ہی جلاتی ہے۔

اور اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا پر یہ واجب اور اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ انبیاء کو بھیجے تاکہ وہ لوگوں کے لئے خیر و شر (اچھائی و برائی) کے موارد و مواقع بیان کریں بلکہ جائز ہے کہ وہ لوگوں

کہ بغیر ہادی و رہبر کے چھوڑ دے کیونکہ کوئی چیز اس پر واجب نہیں اور کوئی چیز اس سے قبیح نہیں۔

اور شیعہ کہتے ہیں بلکہ خدا پر انبیاء کا بھیجنا لطفاً واجب ہے جو انہیں اطاعت کے قریب اور گناہ سے دور کرتا ہے۔

عصمتِ انبیاءؑ :-

اہل سنت کہتے ہیں کہ انبیاء کے لئے بعثت سے پہلے بڑے اور چھوٹے گناہوں کا ارتکاب جائز ہے۔ باقی رہا بعثت کے بعد کا زمانہ تو اس میں صغائر کا ارتکاب تو عمداً و سہواً ہو سکتا ہے البتہ کبائر کا ارتکاب سہواً تو ہو سکتا ہے لیکن عمداً نہیں ہوتا۔

اور شیعہ یہ کہتے ہیں کہ انبیاءؑ تمام گناہوں سے چھوٹے ہوں یا بڑے قبل بعثت اور بعد بعثت معصوم ہیں اور ان سے عمداً یا سہواً کوئی ایسا فعل صادر نہیں ہوتا جو عیب کا باعث ہو۔ جیسا کہ وہ آباء و اجداد کی پستی اور ماؤں کی بدکاری سے منزہ و مبرا ہیں اور بے شک خداوند عالم نے انہیں پاک اصلاب سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل کیا ہے۔ آدم سے لے کر ان کی ولادت تک۔

صحابہؓ :-

اکثر اہل سنت کہتے ہیں کہ تمام صحابہ عدول ہیں ان کے تزکیہ

کی تلاش کی ضرورت نہیں (کتاب مسلم الثبوت و شرحہ و کتاب اصول الفقہ للخضری)۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ صحابہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہیں ان میں بعض اچھے ان میں بعض برے ہیں بعض عادل بعض فاسق ہیں اور وہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۱ سے استدلال کرتے ہیں۔ ومن اهل المدینة مردوا علی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتین۔ اہل مدینہ میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے نفاق کی بنا پر سرکشی کی ہے۔ تم نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم ان پر دوہرا عذاب کریں گے۔

اور شیعہ کہتے ہیں بلکہ خداوند عالم نے اپنے نبی پر خصوصیت کے ساتھ سورت منافقین نازل کی ہے کہ جس کی ابتداء ہی اس ارشاد سے کی ہے۔ اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول الله والله یعلم انک لرسوله والله یشهد ان المنافقین لکاذبون۔ جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے اور اللہ یہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹ بولتے ہیں۔

اجتہاد :-

اجتہاد کے دو معنی ہیں (۱) یہ کہ فقیہ کسی حکم کا استخراج کرے۔

پس جو کچھ اس کی رائے میں آئے اور جسے وہ اچھا سمجھے بغیر اس کے کہ وہ اعتماد کرے کسی آیت قرآنی یا سنت نبوی یا اجماع قائم پر یا ایسے مبدء یا ماخذ پر کہ جو حکم عقل و بداہت سے ثابت ہو یا جس کی صحت پر تمام عقلاء کا اتفاق ہو تو یہ قسم اجتہاد کی کہ جسے رائے کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔

لیکن شیعہ کے نزدیک یہ حرام ہے اور وہ اس کی حرمت پر اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اس کا اعتماد صرف اپنے خوش گمانی اور رجحان شخصی پر ہے رہنما ہونا جائز ہے)

وہاں یہ کہ فقیہ اجتہاد کرے سند حدیث میں اس کی صحت و ضعف کے واسطے اور نص کی تفسیر میں وہ کتاب ہو یا سنت اور اجماع کرنے والوں کے اقوال سے حکم کے استخراج میں اور مبدء عقلی میں جو بداہت سے ثابت ہو مثلاً قبح عقاب بلا بیان کا مبدء اور مشروط معدوم ہوتا ہے شرط کے معدوم ہونے کی صورت کا مبدء اور اس کے علاوہ جو احکام عقل ہیں کہ جو شک کی قابلیت نہیں رکھتے اور جن میں دو آدمی بھی اختلاف نہیں کر سکتے۔ تو شیعہ نے اس اجتہاد کو ہر اس فقیہ کے لئے جائز قرار دیا ہے جو مجتہد کے لئے مقررہ شروط کا جامع ہو اور انہوں نے آئمہ سنت یا شیعہ میں سے کسی امام کے قول کا اس کے اجتہاد کو مقید نہیں قرار دیا۔

اور اہل سنت نے اجتہاد کی اس قسم کو حرام قرار دیا ہے اور انہوں نے چوتھی صدی ہجری سے اس کے دروازے پر قفل لگا دیا ہے اور انہوں

نے فقیہ کے لئے بندش اور مخالفت کردی ہے کہ وہ احادیث صحاح میں سے کسی حدیث کی صحت یا ضعف کو ثابت کرے یا نص سے جو کچھ وہ سمجھے اس پر عمل کرے یا مبادی عقل سے کسی حکم کا استخراج کرے۔ مگر یہ کہ اس کی رائے آئمہ سنت کے چار اماموں میں سے کسی امام کے قول کے موافق ہو۔

تعصیب:-

(جس سے مراد یہ ہے کہ کسی طبقے کے وارث کا حصہ کم ہو اور ترکہ زیادہ ہو)

اہل سنت کہتے ہیں کہ جب مرنے والے کی ایک بیٹی اور ایک بھائی ہو اور اس کا بیٹا اور باپ موجود نہ ہوں تو اس کا ترکہ نصف و نصف بھائی اور بیٹی میں تقسیم ہو گا اور اگر اس کی دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو اس کے بھائی کو تیسرا حصہ اور دو تہائی بیٹیوں کو ملے گا۔ یہ تعصیب کا ایک مسئلہ ہے۔ کہ جس کے لئے فقہاء باب میراث میں الگ فصل قائم کرتے ہیں۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ تعصیب سرے سے باطل ہے اپنے مختلف فروع اور مسائل کے ساتھ اور کل ترکہ بیٹی یا بیٹیوں کو دیا جائے گا اور مرنے والے کے بھائی کو اس میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ کیونکہ اولاد مذکر ہو یا مونث وہ نسب کے پہلے درجہ میں ہے اور بھائی دوسرے

درجہ میں اور چچا تیسرے درجہ میں ہوتا ہے۔

عول:-

میراث میں یہ قاعدہ ہے کہ بیوی کا حصہ شوہر کے ترکہ میں سے آٹھواں ہے اگر شوہر کی اولاد ہو کیونکہ وارث موجود ہو اور ماں باپ دونوں کے لئے تیسرا حصہ ہے اور دو بیٹیوں کے لئے دو تہائی۔ جب مرنے والے کا بیٹا نہ ہو اب اگر فرض کریں کہ مرنے والے کی بیوی ماں باپ اور دو بیٹیاں ہوں اور اس کا کوئی بیٹا نہ ہو تو اس کے ترکہ کے لئے جمع ہو گئے وہ جن کا آٹھواں حصہ ہے اور وہ کہ جن کا ایک تہائی ہے اور وہ جن کے لئے دو تہائی ہے اور یہ واضح ہے کہ ترکہ ایک تہائی دو تہائی اور آٹھویں حصہ کے لئے وسعت نہیں رکھتا پس اگر ماں باپ ایک تہائی لے لیں اور دو بیٹیاں دو تہائی تو زوجہ کے لئے کچھ نہیں بچے گا اور اگر بیوی آٹھواں حصہ لے تو ماں باپ یا بیٹیوں کے حصہ کا نقص آ جائے گا۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے اور یہ عول کا ایک مسئلہ ہے کہ جس میں فقہاءؒ نے باب میراث میں طویل گفتگو کی ہے اور یہاں عول کا معنی ہے حصوں کا ترکہ سے زیادہ ہونا۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ نقص ہر ایک پر اس کے حصہ کی نسبت سے آئے گا بالکل اسی طرح جیسے قرض خواہوں پر آتا ہے جب مقروض کا ترکہ قرضوں کی نسبت کم ہو۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ نقص صرف بیٹیوں پر آئے گا۔

متعہ:-

اس کا ایک معنی یہ ہے کہ ایک مدت تک کے لئے شادی کرنا۔ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے چاہے وہ شیعہ ہوں یا سنی کہ اسلام نے متعہ کو جائز قرار دیا تھا۔ اور رسول اللہؐ نے اسے مباح کیا تھا اور سب نے استدلال کیا ہے سورہ نساء کی آیت نمبر ۲۴ سے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً۔ پس ان عورتوں میں سے جن کے ساتھ تم متعہ کرو تو بطور فرض ان کو ان کے اجر (حق مہر) ادا کرو۔ اور صحیح بخاری (ج ۲ کتاب النکاح) میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک جنگ میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تمہیں متعہ کرنے کی اجازت مل چکی ہے پس تم متعہ کر سکتے ہو۔ جو مرد یا عورت ایک دوسرے سے اتفاق کر لیں تو وہ آپس میں تین راتیں معاشرت کر سکتے ہیں پھر اگر وہ چاہیں تو زیادہ مدت کر لیں یا چھوڑنا چاہیں تو چھوڑ دیں۔

اور صحیح مسلم (ج ۱: باب نکاح المتعہ ص ۶۲۳ طبع ۱۳۴۸ھ) میں جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہم نے زمانہ رسول اللہؐ، ابو بکرؓ اور عمرؓ میں متعہ کیا۔ اور اسی صفحہ میں جابرؓ ہی کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا پھر ہمیں عمرؓ نے اس سے منع کر دیا

اور بعد اس کے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ کے زمانہ میں جواز و اباحت
میں اتفاق کیا ہے ان میں اختلاف ہے اس کے نسخ میں کہ آیا وہ بعد
اس کے کہ خدا نے اسے حلال کیا تھا دوبارہ حرام ہو گیا تھا۔

اہل سنت اس طرف گئے ہیں کہ وہ منسوخ ہو گیا اور ماذون ہونے
کے بعد وہ حرام ہو گیا۔ ابن حجر عسقلانی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری
(جلد ۹ طبع ۱۹۵۹) میں کہتا ہے کہ کئی ایک احادیث صحیح اور صریح
متعہ سے نہی کے متعلق وارد ہوئی ہیں بعد اس کے کہ اس کا اذن دیا گیا
تھا اور ابن قدامہ کی کتاب مغنی جزء سادس ص ۶۴۴ طبع ثالث میں
آیا ہے جس کی بعض عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ شافعی نے کہا ہے کہ میں
کوئی ایسی چیز نہیں جانتا کہ جسے خدا نے حلال کیا ہو پھر اسے حرام کیا پھر
اسے حلال کیا ہو اور پھر حرام کیا ہو سوائے متعہ کے۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اباحت و جواز متعہ پر اجماع
ہے اور اس کے نسخ میں اختلاف ہے اور جو چیز یقین کے ساتھ ثابت
ہو جائے وہ صرف شک و ظن کی بنا پر زائل نہیں ہو سکتی۔ اور نیز انہوں
نے اس کے نسخ نہ ہونے پر استدلال کیا ہے کہ امام صادقؑ سے سوال کیا
گیا۔ کیا آیت متعہ کو کسی چیز نے نسخ کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں
اور اگر عمرؓ نے اس سے منع نہ کیا ہوتا تو شقی و بدبخت کے علاوہ کوئی شخص
زنا نہ کرتا۔ اور بہت سے لوگ متعہ کی حقیقت سے جاہل ہونے کی وجہ
سے اسے زنا اور فسق و فجور کی ایک قسم قرار دیتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں

کہ متعہ سے ہونے والا بیٹا شیعہ کے نزدیک اپنے باپ کا وارث نہیں
ہو سکتا۔ اور متعہ کی عورت کے لئے عدت نہیں ہے اور وہ ایک شخص سے
دوسرے کی طرف اگر جاتی ہے تو منتقل ہو سکتی ہے۔ اور اس وجہ سے وہ
لوگ متعہ کو برا سمجھتے ہیں۔ اور اسے قبیح سمجھ کر اس کی اباحت و جواز
پر طعن و تشنیع کرتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ متعہ شیعہ اثنا عشریہ
کے نزدیک نکاح دائم کی طرح ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ جب تک عقد
نہ پڑھا جائے۔ جو صراحۃً تزویج کے قصد پر دلالت کرے اور متعہ والی
عورت کو ہر قسم کے موانع سے خالی ہونا چاہیے اور اس کی اولاد عقد
دائمی والی عورت کی اولاد کی طرح ہوتی ہے

جانبین سے میراث پانے خرچ دینے اور باقی حقوق مادی و ادبی
کے لحاظ سے اور اس عورت پر، جب سے کہ اگر ہمبستری ہو جائے
تو وہ عدت متعہ ختم ہونے کے بعد عدت بیٹھے اور اگر شوہر اس وقت مر
جائے جب وہ اس کی زوجیت میں ہو تو وہ عقد دائم والی عورت کی طرح
عدت بیٹھے بغیر کسی فرق کے علاوہ دیگر آثار و احکام کے ... اور
شیعہ کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ اور ان کی آل اطہار پر صلوات واجب
ہے اور جو شخص آپ پر اور آپ کی آل پر صلوات نہ بھیجے اس کی نماز
نہیں ہوتی اور انہوں نے سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۶ و إِنَّ اللَّهَ وَ
مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔
ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے ملائکہ صلوات بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والو

تم صلوٰت بھیجو اس پر اور سلام کرو جو سلام کرنے کا حق ہے۔ ہم نے استدلال کیا ہے اور اس آیت پر اس حدیث کا عطف کرتے ہیں جس کو بخاری نے اپنی صحیح ج ۸ کتاب الدعوات باب الصلوٰۃ علی النبی میں روایت کیا ہے کہ جس کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ کس طرح صلوٰت بھیجیں ہم آپ پر اے رسول اللہ تو آپ نے فرمایا کہو اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید ۔

اور اہل سنت کہتے ہیں کہ آل محمد پر نماز میں صلوٰت بھیجنا واجب نہیں بلکہ غیر نماز میں بدرجہ اولیٰ واجب نہیں باقی رہی صلوٰت بھیجنا صرف نبی اکرم نہ آپ کی آل پر تو وہ شافعیوں اور حنبلیوں کے نزدیک واجب ہے اور اس کے ترک کرنے سے نماز باطل ہے اور حنفی و مالکیوں کے نزدیک یہ سنت موکدہ ہے اور اس کے ترک سے بھی نماز صحیح ہے۔ ج ۱ میزان الشعرانی باب صفۃ الصلوٰۃ اور ابن قدامہ کی مغنی ج ۱ مسئلۃ التشہد شیعہ کی سیاسی تاریخ ۔

اور ان کی سیاسی تاریخ اور شاہان بنی بویہ امراء حمدانیین اور شاہان ایران صفویوں کے زمانہ سے لیکر اب تک کے درمیان بہت بڑا ارتباط ہے اور جن چیزوں کا اس بحث کے ساتھ تعلق ہے۔ اسے ہم نے کتاب الشیعہ والتشیع میں ذکر کر دیا ہے ۔

باقی رہے فاطمیین تو وہ اسماعیلیہ تھے نہ کہ شیعہ اثنا عشریہ ۔

اور اس فرقہ کے مؤرخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کی مستقل

حکومتوں اور امارتوں کو اپنے حساب میں لائے نہ بعض علاقوں کے امراء کو مثلاً بنی عمار کی امارت جو طرابلس شام میں قرن خامس ہجری کے وسطی زمانہ سے کر سنہ ۵۰۲ھ تک وہاں حاکم رہے ہیں جب ان سے صلیبیوں نے اس زمانہ میں حکومت چھین لی۔

اور یہ بھی اس پر لازم ہے کہ وہ دیکھے کہ اس فرقہ کے کون سے افراد غیر شیعہ کے وزیر رہے ہیں۔ مثلاً علقمی جو مستعصم عباسی کا وزیر تھا اور ابن الفرات جو مقتدر کا وزیر تھا۔ اور یہ بھی اسے چاہیئے کہ وہ ان دینی تحریک کرنے والی حوادث اور اٹھنے والی تحریکوں کو دیکھے کہ جن میں شیعہ اثنا عشریہ حریت و عدالت کے حصول کے لئے سلطنت جابر وحاکم کے توڑنے کے لئے کھڑے ہوئے مثلاً عراقیوں کی تحریک انگریز کے خلاف سنہ ۱۹۲۰ء میں اور علماء شیعہ کا موقف حکام جور کے ساتھ

شیعہ کی ثقافتی تاریخ ۔

باقی رہے ثقافتی آثار تو بحث کرنے والا شخص انہیں حسن و یقین کے ساتھ پہچان سکتا ہے نہ کہ صرف دشمنوں سے بلکہ یہ مکتبہ اسلامیہ عربیہ اور غیر عربیہ ان کی بہترین تصانیف وتالیفات سے پُر ہے اور ہم نے ان میں سے بعض کا تذکرہ اپنے آل البیت کے مقالہ میں کیا تھا اور رہا ان کا بحث و تالیف میں منہج و طریقہ تو وہ اجتہاد و منطق عقل ہے۔ ڈاکٹر توفیق الطویل مصری کتاب اسس الفلسفۃ ص ۳۰۹ طبع ۱۹۵۵ء میں کہتا ہے کہ راوی خود کی رائے ہے کہ تشیع رد عمل ہے اس

خراسان و آذربائیجان کا جو اس مسلک جمہور کا قدیم مرکز ہے جو مذہب اہل سنت
میں پیدا ہوچکا ہے اور صفحہ ۲۱۳ میں ہے کہ تشیع کا آئیڈیا تو نقل ہے
اسلام نے مختصر روحوں کو عمق اور ثروت بخشنے میں بعد شیعہ جیسی جامع
تحریکیں ہیں اور ان عالم کو صحیح ترتیب اور بعد پانچویں میں بعد وجوہ سے
ماخوذ ہو سکتی ہیں ۔

اور شیخ مصطفیٰ عبدالرزاق شیخ الازہر نے کتاب تمہید لتاریخ الفلسفۃ
الاسلامیہ ص ۲۰۳ طبع ۱۹۴۴ء میں کہا ہے کہ تدوین فقہ کی طرف باقی مسلمانوں
کی نسبت شیعہ بڑی تیزی کے ساتھ اٹھے ہیں اور ہم پہلے بیان کرچکے ہیں
کہ لفظ شیعہ کے سنتے ہی ذہن اثنا عشریہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے ۔

اور ادیب احمد امین مصری نے کتاب یوم الاسلام ص ۹۸ طبع ۱۹۵۲ء
میں کہا ہے اور طوسی یعنی خواجہ نصیر الدین طوسی سے پہلے [illegible]
متعلق [illegible] کے سمجھنے میں سبقت رکھتا ہے ۔

اور مجلہ مصریہ [illegible] تشرین الثانی سنہ ۱۹۴۶ء [illegible] بعنوان الاتجاہات
جدیدہ فی فلسفۃ الاسلامیۃ میں ہے کہ اس میدان تاریخ الفلسفۃ
الاسلامیۃ میں جزء اول البرت [illegible] کی زبان [illegible] علامۃ اللہ [illegible]
[illegible] الاداب بالسوربون سے صادر ہوئی ہے اور مولف نے
شیعہ کو فلسفۃ الاسلامیۃ کے لئے اپنایا ہے اور اس کے بہت سے آراء و ابحاث
و [illegible] میں شیعہ کا حصہ رہا ہے اور اسی طرح اس نے میر داماد، ملا محسن
فیض، عبدالرزاق لاہیجی، قاضی سعید قمی، صدر الدین شیرازی، سید حیدر آملی،
ملا [illegible] محمود کشمیری کو بڑی اہمیت دی ہے ۔ شیعہ کے

شیعوں کی تعداد ۔

شیعوں اور شیعہ نفوس و آبادی کا شمار کرنا ان موضوعات علمیہ میں سے ہے
کہ جس کا [illegible] اور [illegible] ہے ۔ اور ہم نہیں جانتے
کہ کسی شخص نے اس فرقہ کے شہروں اور ان کے نفوس کی تعداد کا ایسا
صحیح بنیاد پر شمار کیا ہو کہ اس پر اعتماد کیا جا سکے اور اس سے نقل
کیا جائے ۔ لیکن جس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے وہ یہ ہے کہ
شیعہ اسلام کے بہت بڑے مذاہب میں سے ہے اور شیعہ اہل سنت
کے بعد بلافاصل تعداد کے لحاظ سے آتے ہیں اور عراق، ایران، بحرین،
احساء اور قطیف کے اکثر لوگ اسی فرقہ سے ہیں ۔ اور شیعہ لبنان
میں پہلے طبقہ کے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں اور وہاں عزت و
بزرگی کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں کیونکہ لبنان ذاتی طور پر حریت و
کرامت کا شہر اور علاقہ ہے اور شیعوں کی اس شہر میں قابل مجد و بزرگی
کی تاریخ ہے ۔ اور اثنا عشریہ کی تعداد بہت زیادہ ہے ۔ اکثر اسلامی
شہروں اور ملکوں میں مثلاً شام، حجاز، یمن، مصر، مسقط، عمان اور
کویت اور ان میں سے بعض ترکیہ کی مجالس میں نائب ہیں اور ان میں
سے بعض نائب ہیں اور ان کے پاس وقتاً فوقتاً بعض علماء نجف
اور ایران سے ہدایت و ارشاد کے لئے جایا کرتے ہیں ۔

اور افغانستان کا کوئی علاقہ ان سے خالی نہیں اور افغانیوں کے وفود
وغیرہ قدیم زمانہ سے ہمیشہ نجف اشرف آیا کرتے ہیں اور مجھے تذکرہ

کے ایک شیعہ ادیب اور نجف اشرف کے ایک عالم نے جو کافی مدت انڈونیشیا میں رہا ہے بتایا کہ وہاں شیعہ اثنا عشریہ کی تعداد تقریباً پچاس لاکھ ہے اور البانیا میں ان کی کافی تعداد ہے باقی رہا چین تو شیخ مظفر نے تاریخ الشیعہ میں کہا ہے کہ وہاں ایک کروڑ اور دس لاکھ شیعہ ہیں اور روس میں ایک کروڑ شیعہ ہیں اور صاحب اعیان الشیعہ کا کہنا ہے کہ ہندوستان و پاکستان میں تین کروڑ شیعہ ہیں اور دائرۃ المعارف الاسلامیۃ الشیعیہ کی جزء اول میں ہے کہ جسے استاد کبیر السید حسن امین انگریزی میں نکالتے ہیں کہ اس وقت شیعوں کی تعداد جو دنیا کے مشرق و مغرب میں رہتے ہیں پندرہ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔

اور شیخ محمد ابو زہرہ مصری نے کتاب امام جعفر صادقؑ کے آخر میں کہا ہے کہ مذہب جعفری نے چند اسباب کی وجہ سے نشوونما پائی اور دنیا میں پھیلا ہے۔

۱- ان کے نزدیک اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

۲- مذہب جعفری مختلف رنگ کے علاقوں اور ملکوں میں پھیلا ہے چین سے لے کر بحر ظلمات تک جہاں یورپ اور اس کے اطراف اور علاقوں کی تفریق کہ جن کی عادات، فکری، طبعی اقتصادی، اجتماعی اور نفسیاتی کیفیتیں مختلف ہوتی ہیں یہ چیز مذہب کو جاری ہونے والی نہر کی مانند بنا دیتی ہے جو مختلف رنگ کی زمینوں سے گذرتی ہے اور وہ ان کے رنگ و اشکال اپنے ساتھ لے لیتی ہے

بغیر اس کے کہ اس کا اپنا صحیح اس سے متغیر ہوا اور بدلے۔

۳- علماء کی کثرت کہ جو بحث و درس مختلف مشکلات کے علاج کے در پے رہتے ہیں اور خداوند تعالیٰ نے انھیں اس قسم کے علماء کی کثیر تعداد عطا کی ہے جو اس کی درس و تدریس اور اس کے مشکلات کے علاج پر اس کے تقاضوں کے مطابق قیام کرتے ہیں

آل البیت (اہل بیت)

تعریف:-

اہل بیت لغت میں گھر میں سکونت پذیر افراد کو کہتے ہیں۔ اور آل الرجل اس کے اہل و عیال کو کہتے ہیں اور لفظ عرف میں کسی شخص کے تعدد و منزلت رکھنے والے رشتہ داروں پر استعمال ہوتا ہے۔

اور قرآن مجید کی دو آیات میں اہل البیت کا ذکر آیا ہے۔ پہلی سورہ ہود کی ۷۳ ویں آیت ہے رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ۔ اور دوسری سورہ احزاب کی ۳۳ آیت ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ اور تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ پہلی آیت سے مراد ابراہیم خلیل کے اہل بیت ہیں۔ اور دوسری آیت سے محمد بن عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت ہیں اور قرآن کی اتباع میں مسلمانوں نے لفظ اہل بیت اور آل بیت

کو خاص طور پر محمد مصطفیٰؐ کے اہل بیت پر استعمال کیا ہے اور یہ استعمال اتنا مشہور ہو گیا ہے کہ اب یہ لفظ ان کا علم اور نام بن چکا ہے اس حد تک کہ اب قرینہ کے بغیر اور کوئی بھی اس لفظ سے ان کے علاوہ نہیں سمجھا جا سکتا جیسا کہ لفظ مدینہ مشہور ہو گیا ہے یثرب کے لئے جو کہ مدینہ رسولؐ ہے۔

مسلمانوں میں نبی اکرمؐ کی ازواج کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سولہ خواتین ہیں اور بعض کے نزدیک گیارہ ہیں آپ نے اپنی ازواج کے ساتھ سنتیس سال زندگی بسر کی ہے اور اس وقت میں آپ کے ہاں اولاد بھی ہوئی ہے جو سب آپ کے حین حیات وفات پا گئی اور ان میں سے سوائے آپ کی بیٹی جناب فاطمہ علیہا السلام کے کوئی زندہ نہیں رہا

اور اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام جناب فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام خالص آل بیت ہیں اور شجرہ نسب نبوت کے فروعات رشتا تیں منحصر ہیں فرزندان فاطمہؑ میں کیونکہ نبی اکرمؐ کی نسل سوائے جناب سیدہ کی اولاد کے نہیں چلی۔

مسلمانوں کے نزدیک اہل بیت کی قدر و منزلت۔

جب ہم مسلمانوں کے نزدیک اہل بیت کی قدر و منزلت بتانے کا ارادہ کریں اور فرق اسلامی کی فکریں کا سبب تلاش اور اہل بیت سے

ان کے بیان کو مختوم کرنا چاہیں۔ تو ہم پر لازم ہے کہ یہ دیکھیں کہ مسلمانوں کے نزدیک جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی قدر و منزلت کیا ہے اور آپ کی سیرت و سلوک اہل بیت کے ساتھ کیسا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہم خود اہل بیت کے اخلاق کو اور جو مصائب و تکالیف انہیں حق و عدل سے تمسک رہنے کی راہ میں جھیلنے پڑے ہیں ان کو بھی ملاحظہ کریں۔

اسلام کی حقیقت اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور محمد مصطفیٰؐ کی رسالت کی شہادت دینا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

پس جو شخص اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرے۔ لیکن محمد مصطفیٰؐ کی رسالت کا انکار کرے یا خالق کی صفات میں سے کسی صفت کی نسبت اس کے غیر کی طرف دے یا صفات نبوت کو کسی غیر محمدؐ کی طرف منسوب کرے جو آپ کے زمانہ میں تھا یا قرآن کی کسی آیت کا انکار کرے یا بعض نبی میں سے کسی بالبداہتہ ثابت شدہ صفت کا انکار کرے تو اس کو مسلمانوں کے زمرہ میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ اسلام کے حقایق رجحانات؛ اساسی کا حامل نہیں ہے۔

تو اب مسلمان وہ ہوا جو اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھتا ہو اور آپ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کا قرین سمجھتا ہو اور یہی چیز بتاتی ہے سورۃ احزاب کی آیت شریفہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول اللہ اور رسول کی

اطاعت کرو اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۶۲ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ۔ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ تم انہیں راضی رکھو اور سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۵ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔ میرے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے تنازعات میں تجھے حکم اور فیصل نہ بنائیں اور سورۃ نجم کی آیت نمبر ۳ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى۔ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ بلکہ وہ صرف وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف جاتی ہے اور ان کے علاوہ دوسری آیات ہیں۔

نبی اکرمؐ کی سیرت و سلوک اہل بیت کے ساتھ۔

اہل سنت اور شیعہ کے اہل سیر و مناقب نے اہل بیت کے ساتھ نبی اکرمؐ کی عطوفت و مہربانی کی کئی صورتیں نقل کی ہیں۔

ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

نبی اکرمؐ جب سفر پر جاتے تو جس گھر سے سب سے آخر میں نکلتے وہ فاطمہؑ کا گھر تھا۔ اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے اسی مخدومہ عصمت کے گھر میں جاتے۔ آپ بیٹھے ہوتے تو حسنؑ کو اپنے دائیں زانو پر اور حسینؑ کو بائیں زانو پر بٹھاتے کبھی اس کے بوسے لیتے اور کبھی اس کے اور علیؑ و فاطمہؑ کو اپنے سامنے بٹھاتے۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ آپ ایک دفعہ جناب فاطمہؑ کے گھر

تشریف لے گئے ... اور علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلایا، اور اپنی چادر ان کے اوپر ایک چادر ... دی اور اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ اور مسلمان اس حدیث کو حدیث کساء کا نام دیتے ہیں اور اصحاب کساء کی اصطلاح محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ پر بولتے ہیں۔

اور ایک مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا میری اس کے ساتھ صلح ہے جو تم سے صلح رکھے اور اس کے ساتھ جنگ ہے جو تم سے جنگ کرے اور ان کے علاوہ بے شمار مشہور احادیث تمام فرق اسلام کے ہاں موجود ہیں اور نبی اکرمؐ نے اپنی امت کو اہل بیت کے متعلق وصیت فرمائی اور انہیں قرآن کے ساتھ ملا کر بھی وصیت فرمائی۔ حدیث میں ہے بے شک میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے کہ جس میں ہدایت و نور ہے۔ پھر فرمایا اور میری اہل بیت میں اللہ کو یاد کرتا ہوں تمہیں اپنی اہل بیت کے سلسلہ میں اور اللہ کو یاد کرتا ہوں اپنی اہل بیت کے متعلق

اور سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر ۲۳ ہے۔ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ کہہ دو کہ میں تم سے کار رسالت پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔ سوائے قربیٰ کی محبت کے اور قربیٰ سے مراد قرابت رسولؐ ہے۔ اسی لئے مسلمان باوجود مختلف فرقوں میں بٹ جانے کے ان کی بڑی عزت و تکریم کرتے ہیں۔

اور اصحاب آئمہؑ اور سوانح نگاروں نے بہت سی کتب اہل بیت کے
فضائل اور مناقب سے پُر لکھی ہیں جن کو اہل سنت بھی نقل کرتے اور ان کی
قرابت میں سے آئمہ علیہم السلام کی تقدیس و تعریف کرتے ہیں لیکن
اس بات کا اعتراف نہیں کرتے کہ وہ دوسروں کی نسبت خلافت کے زیادہ
حقدار اور مستحق تھے جیسا کہ شیعہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔

اہل بیت کے اخلاق ۔

حضرت علیؑ حق کے معاملہ میں بہت سخت تھے اس لیے وہ کسی
ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور ان کے
نزدیک حق کا یہ مفہوم نہیں تھا کہ جو ان کی ذات و سلطنت کے بڑھنے کا
سبب بنے ۔ آپ کے خواص نے آپ کے حقوق میں تساہل برتا کہ
آپ کے دشمنوں نے اس تساہل کو غنیمت سمجھا اور اس سے فائدہ اٹھایا
آپ نے جنگ جمل میں مروان بن حکم جیسے شخص کو اس پر کامیابی حاصل
کرنے پر معاف کر دیا اور عمرو بن عاص کو بھی جب آپ اس پر جنگ
صفین میں تمکن حاصل کر چکے اور آپ نے اہل شام کو پانی پلایا ۔ باوجودیکہ
وہ آپ سے پانی بند کر چکے تھے ۔ یہاں تک کہ قریب تھا آپ کا لشکر
پیاس سے ہلاک ہو جاتے ۔ بلکہ آپ کے نزدیک حق کا مفہوم یہ
تھا کہ کسی شخص کو دوسرے پر ترجیح نہ دی جائے یا ۔ جو کوئی ہو آپ
کے پاس در حقیقت اپنے فقر و فاقہ کی شکایت لے کر آیا تو آپ نے

دونوں کو ایک جیسا دیا ۔ ان میں سے ایک نے آپ سے دوسری سے
زیادتی کا سوال کیا ۔ چونکہ وہ عرب عورت تھی اور اس کی ساتھی سوائی
غیر عرب تھی تو آپ نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھا کر اس کی طرف
دیکھ کر فرمایا ۔ میں نہیں جانتا کہ خدا نے دونوں میں سے کسی کو دوسرے
پر اطاعت و تقویٰ کے علاوہ فضیلت دی ہو ۔ اور آپ کے بھائی عقیل
نے جو کہ آپ کے بڑے بھائی تھے بیت المال میں سے کسی چیز کا
مطالبہ کیا تو آپ نے اسے اس سے روک دیا ۔

اور طلحہ و زبیر نے آپ سے آپ کی نصرت کے عوض میں رضیعہ کا مطالبہ
کیا ورنہ وہ آپ کا معارضہ کریں گے ۔ اور صفت قسم کی جنگ کھڑی کر دیں
گے ۔ تو آپ نے انکار کر دیا ۔ اور جب آپ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ
ان دونوں کو اور معاویہ کو اسی وقت تک رہنے دیں ۔ جب تک
امر حکومت درست نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا میں اپنے دین میں کسی کو
دھوکہ نہیں دے سکتا ۔ اور نہ اپنے معاملہ میں پستی و ذلت کو اپناؤں گا اور
آپ نے کوفہ کے قصر میں بیٹھنے سے انکار کر دیا ۔ حق اختصاص
کو ترجیح دیتے ہوئے چونکہ اس میں فقرا و مساکین رہتے تھے اور آپ
پیوند لگا لباس پہنتے تھے ۔ یہاں تک کہ آپ کو پیوند لگانے والے
سے شرم آتی تھی ۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا حالانکہ آپ کے فرزند امام
حسنؑ بھی پیوند لگانے والے تھے اور جو کی روٹی آپ کھاتے تھے ۔
کہ جسے آپ کی بیوی اپنے ہاتھ سے پیستی تھی تکلیف زدہ ہے ان

لوگوں سے تعلقات قائم رکھتے ہوئے آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے آپ کی تعریف کی تو آپ نے یہ جواب دیا۔ والی اور حکام کے نیک لوگوں کے نزدیک بدترین حالات میں سے یہ ہے کہ ان کے متعلق یہ گمان کیا جائے کہ وہ فخر پسند ہیں اور ان کا معاملہ تکبر پر مبنی ہے۔ اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ تمہارے وہم و گمان میں یہ بات جولان لگائے کہ میں تعریف کو پسند کرتا ہوں اور اپنی حمد و ثنا پر کان دھرتا ہوں لہذا مجھ سے ایسی گفتگو نہ کیا کرو۔ جیسا جابر بادشاہوں سے کی جاتی ہے۔ آپ اپنی ذات کو کوئی حیثیت نہ دیتے ہوئے پوری فکر سے باقی لوگوں کی بھلائی کی طرف متوجہ تھے اور خاص لوگوں کی ناخوشی کی پرواہ نہیں کرتے تھے جب عوام راضی ہوتے۔ اور فرماتے تھے کہ خواص کی ناخوشی معاف ہو سکتی ہے جب عوام راضی ہوں لہذا عوام الناس آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد آپ پر فریفتہ تھے اور آپ کی بڑی قدر کرتے تھے کیونکہ آپ ان کی امیدوں اور تمناؤں کا مکمل عنوان تھے اور بعض لوگوں نے آپ کو (معاذ اللہ) مقام ربوبیت تک پہنچا دیا جیسا کہ غالیوں نے کیا اور نبی اکرمؐ نے حق و صحیح کہا تھا اے علی خدا نے تمہیں جس زینت کے ساتھ مزین کیا ہے میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ خدا نے تجھے مساکین کی محبت عطا کی ہے۔ پس تجھے ایسا بنایا ہے کہ تو ان کے پیروکار ہونے پر راضی ہے اور وہ تیرے غلام ہونے پر ... ہیں۔ علیؑ نے حق سے

مشترک رہنے پر مصالحت کیا اور حق پر اپنا اور اپنے حکام کا محاسبہ کیا یہاں تک ان میں سے اکثر کو ناراض کر دیا اور بعض آپ کو چھوڑ کر آپ کے دشمن معاویہ کے پاس بھاگ گئے اور اس کے ساتھ مل گئے۔ بعد اس کے کہ وہ اس سے برسرپیکار تھے۔ صلح اللہ اور انسان پر ایمان سے آتی ہے (یعنی خدا اور مخلوق خدا کے حقوق کو ماننا) اور آپ کی اولاد میں سے آئمہ علیہم السلام بھی اسی ایمان کے وارث بنے اور آپ کی سیرت پر چلے اور انہوں نے آپ ہی کے اخلاق کو اپنایا ان میں سے ہر ایک کے پاس علم وافر تھا اور وہ اچھائی اور مسلمہ صلح کو دوست رکھتا تھا۔ اور برائی و جنگ سے کنارہ کش تھا اور حق کے معاملات میں ناصلح گوار تھا۔ لہذا ان میں سے بعض صفات ان میں سے بعض اماموں میں دوسروں کی نسبت وقت و حالات کے تقاضے کی بنا پر زیادہ ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ امام حسنؑ میں آپ کا صلح سے محبت کرنا اور جنگ کو ناپسند کرنے کا ظہور ہوا کیونکہ آپ کا زمانہ فتن و اضطراب کا زمانہ تھا اہل عراق نے آپ کے والد گرامی کے بعد آپ کی بیعت خلافت کی تھی اور آپ کا لشکر باہمی جنگ و افتراق کا مجموعہ تھا اور جب آپ نے دیکھا کہ سوا جنگ پر مصر ہے تو آپ مسلمانوں کو خونریزی سے محفوظ رکھنے کے لئے حکومت سے الگ ہو گئے اور اسلام سے ہر قسم کی قربانی پر مصالحت کر لی اور امام حسینؑ سے حق کی راہ میں سختی سے کام لینے کا ظہور ہوا اور آپ نے اپنی جان اہل و عیال اور اصحاب و انصار کو قربان کر دیا۔ کیونکہ یزید پر

معاویہ نے مصالحت کے تمام راستے بند کر دیئے تھے اور امام محمد باقرؑ
و ان کے فرزند امام جعفر صادقؑ کے آثار علمی کا ظہور ہوا کیونکہ ان دونوں
بزرگواروں کے زمانہ میں علم طلب کرنے والوں اور اس میں رغبت
رکھنے والوں کی کثرت تھی اور ان کو وسیع موقع میسر ہو گیا درس
دینے اور علوم کے پھیلانے کا۔

اہل بیت کے مصائب اور تکالیف۔

اصحاب تاریخ و سیر نے اہل بیت کے مصائب بیان کئے ہیں اور ان
کو طول سے تذکرہ کیا ہے اور شیعوں نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور
ان میں سے بہت سوں کے نام ایسے رکھے ہیں جو ان مصائب پر دلالت
کرتے ہیں مثلاً مثیر الاحزان۔ نفس المہموم والدمعۃ الساکبۃ لواعج الاشجان
ریاض المصائب۔ بیروت۔ مقاتل الطالبیین وغیرہ اور تقریباً متقدمین و
متاخرین تاریخ کی چھان بین کرنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ
بنی امیہ نے اہل بیت رسالت کو ہر قسم کے تکالیف اور مصائب میں
بدر و احد کے بدلے لینے کے لئے مبتلا کیا۔ کیونکہ جناب محمدؐ و علیؑ
نے ان دو جنگوں میں بنی امیہ کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کیا تھا
اور وہ اس پر استشہاد پکڑتے ہیں یزید بن معاویہ کے ان اشعار
سے جب امام حسینؑ شہید ہوئے اور آپ کا سر مبارک یزید
کے سامنے رکھا۔ لیت اشیاخی ببدر شہدوا جزع الخزرج

من وقع الاسل۔ لاھلوا واستھلوا فرحا ثم قالوا یا یزید لا تشل
یزید۔ کاش بدر والے میرے بزرگ حاضر ہوتے تیروں کی بارش سے
قبیلہ خزرج کے اضطراب کے وقت تو وہ خوشی سے چیخ و پکار
کرتے پھر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔ اور یہ کوئی
بعید نہیں کہ یزید ان پرانی جنگوں کو یاد کرے جو حسینؑ کے نانا محمد مصطفیٰؐ
اور یزید کے دادا ابو سفیان اور حسینؑ کے والد گرامی علیؑ اور یزید کے
باپ معاویہ کے درمیان ہوئی تھیں۔ اور وہ تشفی کے طور پر کینہ و بغض
کے کلمات زبان پر لائے لیکن عمدہ سبب اس مصیبت کبریٰ کا نظام
ظلم و جبر اور باپ (معاویہ) کا بیٹے (یزید) کو خلیفہ بنانا اور خلافت
کو موروثی حق قرار دینا تھا اور اہل بیت نبوت کے مصائب پر بحث
و تحقیق کا میدان وسیع ہے اور اس کے اطراف و جوانب کے کئی
شعبے ہیں۔

پس ان مصائب و امتحانات کے آثار عقیدہ، سیاست ادب
اور تعلیم میں ظاہر ہوئے۔ اور اس وقت تک وہ اپنا کام کر رہے ہیں
اور جہاں تک مجھے معلوم ہے اہل بیت کے مصائب کو کسی نے
درس موضوع نہیں قرار دیا اور ان کی تخریج اسباب کا بیان اور ان
کے نتائج کا ذکر اس وقت ہمارے اس مقام پر ممکن نہیں۔ بہرحال
آل محمدؐ کی تکالیف و مصائب اور تمام لوگوں کے مصائب کی بنیاد
اسی وقت سے شروع ہوئی ہے جب سے مسلمانوں کے ہاں

نظامِ حکومت کا حکم بدلا ہے۔

سرکارِ رسالتؐ کے زمانہ میں حکم کا مبدء اور بنیاد یہ تھی کہ ہر چیز خدا کی ہے مال اللہ کا مال ہے اور لشکر اللہ کا لشکر ہے اور اس کا مظہر یہ تھا کہ تمام لوگ حقوق میں برابر ہیں۔ کیونکہ اللہ سب کا ہے اور آپ کے بعد تھوڑی ہی مدت میں یہ نظام بدل گیا اور یہ ہو گیا کہ ہر چیز حاکم کی ہے مال کا مالک حاکم ہے اور لشکر حاکم کا ہے اور سب لوگ حاکم کے غلام اور بندے ہیں۔ معاویہ ابن ابی سفیان نے کہا کہ زمین اللہ کی ہے اور میں اللہ کا خلیفہ ہوں۔ پس جو کچھ میں لے لوں وہ میرا ہے اور جو کچھ لوگوں کے لئے چھوڑ دوں وہ میرا تفضل و کرم ہوگا اسی بنا پر اس نے مصر عمرو بن عاص کو ہبہ کر دیا۔

علیؑ سے جنگ کرنے کے بارے میں اور واقعہ حرہ میں یزید کا لشکر لوگوں کو مجبور کرتا تھا کہ وہ یزید کی بیعت اس طرح کریں کہ وہ یزید کے خاص غلام ہیں اور بیعت کرنے والوں کے ہاتھ پر غلامی کا نشان لگا دیتے تھے اور جو اس قسم کی بیعت سے انکار کرتا اس کی گردن اڑا دیتے۔ صرف اسی قسم کے نظام سے ہی اہل بیتؑ اور دوسرے لوگوں کے مصائب و آلام پیدا ہوئے اگرچہ اہل بیتؑ کا ان میں حصہ زیادہ اور ان کے مصائب زیادہ دردناک تھے۔

تیسرا یہ سوال ہو سکتا ہے کہ لوگ آل محمدؐ کے مصائب و آلام پر کیوں زیادہ گھبراتے اور ان کے متعلق گفتگو کی اور ان واقعات کو باقی واقعات

کے بیان کرنے سے زیادہ طول دیا تو ممکن ہے کہ ہم اس کا یہ جواب دیں چونکہ ان کے مصائب زیادہ سخت اور مسلمانوں کی نگاہ میں ان کے مصائب خود اسلام کے مصائب تھے۔ کیونکہ رسول اکرمؐ نے بہت زیادہ ان کی عزت و توقیر کے متعلق وصیت فرمائی تھی اور انہیں کتاب خدا کے برابر قرار دیا تھا اور انہیں کشتی نوحؑ سے تشبیہ دی اور ان کے حق کو اتنا بڑا سمجھا کہ آپ کی اپنی ذات سے تجاوز کرنے کے مانند قرار دیا اور اس سبب کو برگشت دین کی طرف ہے اور کوئی چیز بھی دینی عقیدہ اور مسلمانوں کے نزدیک اس کی تقدیس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور خصوصاً اس زمانہ میں۔

اور یہاں کچھ سیاسی اسباب بھی ہیں حکام جور کی طرف سے آل محمدؐ پر پے در پے مصائب و آلام کے پہاڑ ڈھائے گئے اور ان مصائب کے عوام الناس میں باقی مصائب کی نسبت زیادہ مشہور ہونے کے۔

کیونکہ جب لوگ حاکم کی اصلاح و درستی سے مایوس ہو گئے۔ تو ان میں یہ تمنا اور آرزو پیدا ہوئی کہ کوئی امام عادل جو خدا و رسول کے معاملہ میں مخلص ہو ان کے معاملات کی باگ ڈور سنبھالے اور آل محمدؐ میں بہترین افراد موجود تھے جن میں یہ صفات وافر حد تک موجود تھیں بلکہ مسلمانوں میں ایک قوی گروہ ایسا بھی اطراف زمین میں پھیلا ہوا تھا جو ان کی شیعیت کو دین سمجھتا تھا اور اس کی رائے میں خلافت ایک

دیا حق تھا جسے خدا نے علیؑ اور اولاد علیؑ کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ اور شیعوں نے اس بنیادی مقصد کا اپنے اشعار میں اعلان کیا اور اسے دینی تعلیمات کا احساس اور بنیاد قرار دیا۔ اور خلوت و جلوت میں اس کے منتشر کرنے اور پھیلانے کا عمل کرتے رہے اور کسی ایسی فرصت کو انہوں نے ہاتھ سے جانے نہیں دیا کہ جس میں انہوں نے آل محمدؐ کے مناقب اور جس نے ان کا حق غصب کیا تھا اس کے مثالب و معائب کو شمار کیا ہو۔ لہذا حکام وقت نے کہ جن کی حکومت کی سلامتی اور امن کو آل محمدؐ اور ان کے شیعوں سے بہت زیادہ خطرہ تھا بہ نسبت دوسرے لوگوں کے انہیں مصائب و آلام کے حصہ وافر کے لئے مخصوص کر دیا اور انہیں اس قساوت و سختی کے ساتھ تکلیفیں پہنچائیں جو ہر قساوت و سختی سے بڑھ چڑھ کر تھیں اور لوگوں نے دیکھا کہ ان مصائب میں بہترین موقع حاکم کے برے اعمال کی تشہیر اور عوام الناس کو برانگیختہ کرنے کا ہے اور مصائب و برائیوں سے بڑھ کر کوئی چیز لوگوں کو مائل نہیں کر سکتی اور ان کی شفقت و مہربانیوں کو نہیں موڑ سکتی اور ہم میں سے ہر شخص کو معلوم ہے کہ معاویہ نے اہل شام کو علیؑ کے خلاف جمع کرنے میں عثمانؓ کے قمیص سے کتنا فائدہ اٹھایا۔

لہذا شیعوں نے ان مصائب و آلام کی اشاعت کی وہ خود روئے اور لوگوں کو اپنے آئمہ علیہم السلام کی عزاداری میں رلایا تو ان کی دعوت پھیلی اور ان کے مقاصد منتشر ہوئے اور اسے ہر اس شخص نے بھی

مشہور کیا اور ان کی اشاعت کی جو نظام سیاسی سے انتقام لینا اور اس سے معارضہ کرنا چاہتا تھا اپنے انتقام اور معارضہ کو درست ثابت کرنے کے لئے۔

اور ان باتوں اور دلیلوں کو تقویت پہنچانے کے لئے اس نے مختلف گروہوں کو آل محمدؐ کی فریاد رسی کے لئے پکارا اور عین وقت اپنی منادی تحریک کو ان کے مصائب سے تعبیر کیا ہے کہ کہ اہل بیت کے مصائب تمام مختلف لوگوں کے مصائب ہیں اور لوگوں کے مصائب ان کے مصائب ہیں اور لوگوں کے درد و آلام کو ان آلام سے ظاہر کیا۔ جو ان پر وارد ہوئے تھے لوگوں کے عواطف و جذبات کو ابھارنے کے لئے کیونکہ جو آل محمدؐ سے برائی کرے اس سے زیادہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں سے برائی کرے۔ کیونکہ وہ ایسا کریم و پاکیزہ افراد کا مجموعہ ہے کہ جن میں تمام لوگوں کو اعلیٰ درجہ کی مثالیں مل سکتی ہیں اور وہ یہ تمنا کر سکتے ہیں کہ یہ ہستیاں یا ہم صفات میں ان جیسے لوگ ہوں اور اہمیت رکھتے ہوں وہ ان کی قیادت کریں ورنہ نظام جور کے خلاف تحریک چلانا بہت مشکل کام ہے۔

سانحہ کربلا اور اس کا شیعہ زندگی پر اثر۔

آل محمدؐ کے مصائب کے علاوہ اسباب سیاسی تھے اس حادثہ کے رونما ہونے کے بعد اس نے مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ میں ایک

واضح ذکر کیا ہے کہ گروہ آل محمد کی ولا و محبت کو ہمیشہ اپنا دین سمجھتا تھا اور سمجھتا رہے گا۔ پس کربلا کا حادثہ عظیم جو کہ ان تمام حوادث سے زیادہ دردناک ہے جو آل محمد پر وارد ہوئے ہیں کہ جس میں امام حسین علیہ السلام اور آپ کے خاندان کے ستر جوان اور بچے شہید ہوئے شیعوں کے نزدیک ستر افراد سے زیادہ آپ کے یار و انصار قربان ہوئے کہ جن میں صحابہ اور تابعی بھی موجود تھے اس واقعہ نے کربلا کو ایک مقدس زیارت گاہ بنا دیا۔ ہر سال لاکھوں افراد مختلف شہروں سے اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اور اکثر اوقات ہند و پاک، ایران اور اطراف عراق کے شیعہ یہ وصیت کرتے ہیں کہ ان کی میت کربلا میں جا کر دفن کی جائے اللہ کے ثواب اور جزا چاہتے ہوئے۔

اور شیعہ ہر ملک ہر شہر اور ہر بستی میں ماہ محرم کے پہلے دس دنوں میں شہادت حسینؑ کی یاد تازہ کرتے ہیں بلکہ سال کے دوسرے ایام میں بھی اس واقعہ کی یاد میں مجالس کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

پس خطیب و مقرر کربلا کے واقعات اور کچھ مصائب بیان کرتا ہے اور کربلا میں شہید ہونے والوں کے مناقب اور کارنامے شمار کرتا ہے اور شعراء شعر میں ان کا مرثیہ پڑھتا ہے۔

اور ان مجالس کو مجالس عزا کہتے ہیں اور اس موضوع کے لئے خصوصی کتب لکھی ہوئی ہیں اور ہمیشہ شیعہ شعراء امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے دن سے لے کر آج تک طویل مراثی نظم کرتے رہتے ہیں

کہ جن میں خون رلانے والے واقعات کربلا کی تصویر کشی کرتے ہیں اور وہ کلام عربی کے عمدہ اشعار ہوتے ہیں مرثیہ میں اور سید محسن امین نے بہت سے اشعار کو ایک جگہ طبع کروایا ہے اور اس کا نام رکھا ہے۔

الدر النضید فی مراثی السبط الشہید۔

(پھر مؤلف نے کچھ اشعار لکھے ہیں ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)

اور یہیں سے ہم سمجھتے ہیں کہ شیعہ زمین کربلا کا کیوں احترام کرتے ہیں اور یوم عاشورہ کی یاد تازہ کرتے ہیں چونکہ ان کی نظر میں یہ عزت و حریت کی راہ میں جہاد مقدس کا رمز و اشارہ اور ظلم و طغیان کے کے خلاف ایک تحریک ہے۔

شیعہ کے نزدیک لفظ حسینؑ سے کیا مراد ہے؟

جو کچھ ما تحت کربلا اور اس کا اثر شیعہ زندگی کے متعلق گذر چکا ہے۔ اس کو میں نے ۱۳۸۳ھ میں لکھا تھا اور میں ماہ مبارک رمضان ۱۳۸۵ھ کے مہینوں میں تھا اور میرے فرائض میں سے تھا کہ میں ہر رات آل قریش کرام کے امام بارہ میں منبر پر جاؤں تاکہ میں کوئی ایسا موضوع مرتب کروں کہ جسے زمانہ حال کی ثقافت کو چاہنے والے اور دوسرے لوگ برابر قبول کریں اور میں اسی صورت تک پہنچنے میں بہت زیادہ حریص تھا۔ باقی رہا یہ فیصلہ کرنا کہ جو میرا ارادہ اور ہدف تھا اس کو میں کہاں تک پورا کر سکا۔ تو اس کو میں اہل نظروں پر چھوڑتا ہوں اور میں ایک

رات منبر پر گیا اور قبل اس کے کہ میں گفتگو شروع کرتا میں نے ایک آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا سلام اللہ علیک یا حسینؑ، اے حسینؑ آپ پر خدا کا سلام ہو وَلَعَنَ اللّٰہُ مَنْ قَتَلَکَ اور آپ کے قاتل پر خدا کی لعنت ہو۔ اور جس موضوع کے متعلق میں نے گفتگو کرنی تھی اس کا حسینؑ یا یزید کے ساتھ نزدیک یا دور سے کوئی تعلق نہیں تھا چنانچہ میں گفتگو کے موضوع کو بھول گیا اور میں نے لفظ حسینؑ جب وہ بغیر کسی قید کے بولا جائے کی تشریح شروع کر دی اور لفظ یزید کی اور یہ کہ شیعہ ان دونوں الفاظ سے کیا مراد لیتے ہیں تو میں نے اپنی گفتگو میں کہا کہ تغییر و تبدیلی صرف محسوس مادہ پر ہی منحصر نہیں بلکہ اس سے تجاوز کر کے افکار و لغت تک بھی پہنچتی ہے کیونکہ یہ تمام چیزیں ایک دوسرے کی لازم و ملزوم ہیں اور ایک دوسرے میں دخیل ہیں۔ اور لفظ حسینؑ ابتداء میں نام تھا حسینؑ ابن علیؑ کی ذات والا صفات کا پھر یہ زمانے اور واقعات کے ساتھ بدل گیا ہے اور اب حسینؑ اور ان کے باپ کے شیعوں کے نزدیک رمز اور اشارہ بن چکا ہے اس جوان مردی اور جہاد کا جو ظلم و جور سے انسانیت کو آزاد کرانے کے لئے کیا جائے اور یہ عنوان ہو چکا ہے، مردوں، عورتوں اور بچوں کو محمد بن عبد اللہؐ کے دین کو زندہ کرنے کے لئے فدا کرنے اور قربانی دینے کا اور اس حقیقت پر امام حسینؑ کے اس قول سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ صحیح دلالت نہیں کر سکتی کہ جو آپ نے شہادت کے

میدان کی طرف جاتے ہوئے فرمایا تھا اِمضی علیٰ دین نبیی۔ میں اپنے نبی کے دین پر چل کر جا رہا ہوں۔ اور باقی رہا لفظ یزید تو یہ پہلے تو معاویہ کے بیٹے کا نام تھا لیکن اب یہ شیعوں کے نزدیک فساد و استبداد، فسق و بے حیائی کی رمز اور زندیقیت و الحاد کا عنوان ہے۔ پس جہاں شر و فساد ہوگا وہاں یزید کا نام آئے گا اور جہاں خیر و حق اور عدل ہوا، وہاں حسینؑ کا نام آئے گا۔

ایک شیعہ شاعر کہتا ہے۔ کان کل مکان کربلا لدی عینی وکل زمان یوم عاشورا۔ گویا میری آنکھوں کے سامنے ہر جگہ کربلا ہے اور ہر وقت یوم عاشورہ ہے

اور میں منبر سے اتر رہا تھا کہ مرحبا کہہ کر ایک جوان نے میرا استقبال کیا اور کہنے لگا کہ حقیقت یہی ہے اور اسی طرح ہی اسلام اور تاریخ کو سمجھا جائے۔ خصوصاً سانحہ کربلا کو پھر اس نے مجھ پر ایک سوال کیا کہ جس کے جواب میں اس نے مجھ سے اتفاق کیا اور میں اس سے پہلے اس جوان کو نہیں پہچانتا تھا۔ اور جب لوگوں نے مجھ سے اس کا تعارف کرایا تو معلوم ہوا کہ وہ بحرین کے اہل سنت میں سے ہے اور حکومت کے ایک بڑے منصب پر فائز ہے۔

امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کا علم۔

اسلام سے پہلے عرب کے نزدیک اعیان فکری کا مظہر صنعت شعر

مثالیں قصص اور معرفت اقتباس تھا اور اسلام کے بعد حیات فکری کا دور مادہ کا بدل گئی اور علوم متعدد اقسام میں بٹ گئے اور جس کسی چیز کی معرفت قرآن و سنت نے نزدیک یا دور سے اشارہ کیا وہ مستقل علم ہو گیا اور اسلام صرف عقائد اخلاق اور عبادات سے متعرض نہیں ہوا بلکہ وہ تشریع قضاء اور حکومتی امور لوگوں کے ایک دوسرے کے رابطہ و علاقہ سے بھی متعرض ہوا ہے اور چونکہ اسلام دنیاوی زندگی سے متعرض ہوا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان مبدء عالم و عمومی قوانین پر ایمان سے آشنا ہوئے اور وہ یہ کہ دین مبدء تشریع ہے اور انہیں یہ ایمان اس طرف چلا کر لے گیا کہ وہ دین سے ہی اپنی حیات فکری کی اساس و بنیاد حاصل کریں اس کے مختلف فروعات اور شعبوں میں اور وہ ہر مسئلہ میں جو انہیں در پیش ہو خدا کا ارادہ اور رسول کا مقصد تلاش کریں۔

چاہے وہ دینی مسئلہ ہو یا دنیاوی کیونکہ جب دینی مصدر ہدایت ہے تو ضروری ہے کہ وہ معرفت کا مصدر بھی بنے اور اس مصدر و فکرت نے ان کے تمام ادوار میں ان کا ساتھ دیا اور وہ اسے تجربے کے بعد اس کے کہ وہ فلسفہ یونان اور متمدن لوگوں سے جا ملے اور جب بعد میں مسلمانوں نے اس فلسفہ کو جان لیا تو اسے دین کی طرف موڑا اور اس کی واضح ترین مثال علم کلام و توحید ہے کیونکہ یہ شکل و صورت میں تو فلسفی ہے لیکن اپنے مادہ کے لحاظ سے دینی ہے۔

اور اس وقت ہمارا یہ مقصد نہیں کہ ہم اہل بیت کے ہر امام کے

حالات تلخیص اور مختلف علوم میں ان کی قدر و منزلت بیان کریں۔ بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم ان کے علوم کی تصویر کشی عمومی حیثیت میں پیش کریں اور اس کی بہترین مثال حضرت علی اور ان کے پوتے امام جعفر صادق کا علم ہے ان دونوں کا علم شائع اور منتشر ہوا ہے اور اس کا اثر اسلامی تالیفات اور مدارس میں باقی آئمہ کے علم سے زیادہ ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم ان دو عظیم شخصیتوں کے علم کا تصور کر سکیں تو ہمارے لئے ممکن ہو جائے گا کہ ہم اس سے باقی آئمہ علیہم السلام کے علوم کی انتہا کو درک کریں۔ کیونکہ ہر امام اپنے باپ سے حاصل کرتا تھا یہاں تک کہ یہ سلسلہ رسول اعظم تک پہنچا۔ جیسا کہ شیخ ابو زہرہ نے اپنی کتاب امام صادق میں کہا ہے کہ امام علی بن ابی طالبؑ دین و دنیا کے عالم تھے کیونکہ قرآن اور سنت متعرض ہوئے ہیں اور آپ سے کوئی بھی چیز مخفی نہیں رہی کہ جس کا نزدیک یا دور سے اسلام کے ساتھ تعلق تھا بلکہ آپ کے متعلق روایت ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا ثنیت لی الوسادة لافتیت اهل التوراة بتوراتهم و اهل الانجیل بانجیلهم و اهل القرآن بقرآنهم اگر میرے لئے مسند بچھا دی جائے تو اہل تورات کو تورات سے اہل انجیل کو انجیل سے اور اہل قرآن کو قرآن سے فتوے دوں اور آپ کا یہ علم نبی اکرمؐ سے طویل صحبت کا نتیجہ تھا کیونکہ حضورؐ نے انہیں اس وقت سے اپنے ساتھ منسلک کر لیا تھا جب علیؑ ابھی بچے تھے اور بعد از اعلان نبوت آپ کے سایہ میں رہے یہاں تک کہ نبی اکرمؐ رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور

علیؑ اس وقت مسلمان ہوئے جب رسولؐ خدا مبعوث ہوئے اور ان کی زوجہ محترمہ
خدیجہؓ کے علاوہ کوئی مسلمان نہیں تھا اور نبی اکرمؐ نے آپ کی تربیت
اور پرورش کا اہتمام کیا اور انہیں اپنے اسرار کا امین بنایا اور انہیں
اپنے علم کے لئے انتخاب کیا اور وہ آپؐ کے کاتب نسب میں شریک
اور آپ کی شہزادی کے شوہر اور آپؐ کے دو بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کے
باپ تھے اور انہیں اپنا بھائی بنایا جب مسلمانوں کے درمیان بھائی
چارہ قائم کیا اور وہ آپؐ کے جسے آپؐ کے بستر پر سونے والے ہیں
جس وقت مشرکین نے ارادہ کیا تھا کہ جو بستر پر سویا ہوگا اس کو قتل کر
دیں گے اور انہیں اپنا جانشین مقرر کیا ان امانتوں کے لئے جو آپ
کے پاس ودیعت تھیں جب آپؐ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت
کی جیسا کہ آپؐ نے انہیں اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کیا تھا مدینے
پہ جب آپؐ جنگ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تھے اور ان سے
فرمایا تھا کہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ تجھے مجھ سے وہی نسبت
ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی اور انہیں قاضی بنا کر یمن کی طرف
بھیجا اور رسول اکرمؐ کی طرف سے انہوں نے ہی سورۃ برآءۃ کی تبلیغ
کی اور آپؐ کی تمام جنگوں میں وہ نبی اکرمؐ کے ساتھ رہے بلکہ علیؑ نفس نبیؐ
تھے جیسا کہ آل عمران کی آیت نمبر ۶۱ ناطق ہے ۔ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ
اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ
فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ۔ اس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ ابناءنا

سے مراد حسنؑ و حسینؑ اور نساءنا سے فاطمہؑ اور انفسنا سے نبیؐ و علیؑ ہیں بلکہ
حضرت علیؑ کیونکہ کوئی شخص اپنی ذات کو تو نہیں بلاتا (مترجم) اور نبی اکرمؐ
نے فرمایا علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں ۔ علیؑ حق کے ساتھ
اور حق علیؑ کے ساتھ ہے علیؑ اس امت کا ربانی و دانش والا ہے ۔ مَنْ
كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ ۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے
علاوہ آپ کے دیگر فضائل کے کہ جن کے متعلق طہٰ حسین نے اپنی کتاب
(علیؑ و بنوہ) میں کہا ہے کہ علیؑ ان فضائل کے اہل تھے بلکہ ان سے زیادہ
کے اور ان فضائل کو اچھے مسلمان جانتے ہیں اور ان پر اہل سنت
کا بھی ایمان ہے جس طرح ان پر آپ کے شیعہ ایمان رکھتے ہیں ۔

یہ فضائل اس عقل کے علاوہ ہیں کہ جس میں ہر چیز کے لئے تھی اور
اس فراست کے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی تھی اور اس حکمت و
دانائی کے جو کہ حقیقت و واقعہ تھی ۔

اور اس بلاغت کے علاوہ ہیں کہ جس کے افق بلاغت قرآن کے
علاوہ کوئی بلاغت نہیں ہے بے شک یہ علم و عقل و حکمت و بلاغت امام
علیہ السلام کی طرف سے عالم تشریع کے ترجمان اور تمام علوم اسلامیہ کے
مرجع اور تمام مذاہب اسلام کے قائد قرار دیئے گئے ہیں ۔ حضرت علیؑ
کے زمانہ میں مسلمانوں کے علوم مدوّن اور لکھے ہوئے نہیں تھے اور
جب مسلمانوں کے علوم منظم ہوئے اور ان کے ابواب و فصول بنے اور
انہوں نے فقہ و اصول و تفسیر و حدیث و علم کلام و توحید و ادب اور اس کی

تاریخ و بلاغت اور مذاہب و فرق وغیرہ میں کتابیں لکھیں تو ہر عالم اور مؤلف نے آپ کے علم و حکمت کے نور درخشاں سے مدد لی اور آپ کے اقوال اور بلاغت سے ہر ادیب اور لکھنے والے نے دلیل و حجت حاصل کی (مؤلف کی کتاب علیؑ و فلسفہ دیکھو)

علیؑ اصول اور ان نظامی امور کے عالم تھے کہ جنہیں قرآن اور رسول اسلامؐ نے مقرر کیا تھا اور وہ چیزیں بھی جن سے لوگوں کی فارغ البالی اور خوشحالی متحقق ہوتی تھی۔ پس آپؑ نے ان امور کو اپنایا اور اپنے عمال اور کارندوں کو ان پر عمل کرنے کا حکم دیا اور انہیں اصول میں سے ہے عامۃ الناس کا احترام کرنا آپ نے اپنے اس عہد نامہ میں جو مالک اشترؓ کو دیا جب انہیں مصر کا گورنر بنایا ارشاد فرمایا بے شک خواص کی ناراضگی معاف ہو سکتی ہے عوام کی رضا کی صورت میں پس تیرا جھکاؤ ان کی طرف ہو اور ان کے میلان رکھو آپ نے اپنے ایک کارندہ کو جسے خراج پر معین کیا تھا۔ تحریر فرمایا۔ خراج کے وصول کرنے میں لوگوں کے سردی اور گرمی کے لباس نہ بیچو دیا اور نہ وہ جانور کہ جن سے وہ کام لیتے ہیں اور نہ ان کے غلام اور کسی کو ایک درہم کے بدلے کوڑا نہ لگانا۔ (موظفین (ملازمین حکومت کی رعایت) اور مالک اشترؓ کو وصیت کی کہ ایسے ملازمین کا انتخاب کرو۔ جو امور کی انجام دہی کی کفایت کریں اور ان کے اخراجات میں وسعت سے کام لو کیونکہ یہ چیز ان کے نفوس کی اصلاح میں قوت کا باعث ہوگی اور انہیں ان چیزوں سے بے پرواہ کرے گی۔ جو

لوگوں کے ہاتھ میں ہیں اور ان کے خلاف حجت ہوگی اگر انہوں نے احکام کی مخالفت کی۔

پیداوار کی زیادتی:-

اور مالک اشترؓ ہی سے فرمایا! اور تیری نظر زمین کے آباد ہونے کی طرف خراج لینے سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ یہاں تک کہ فرمایا اور زمین کی بربادی اس کے آباد نہ کرنے کی طرف سے ہے جس کا سبب والیان حکومت کے نفوس کے جمع کرنے پر جھک جانے سے اور ان والیوں کے باقی رہ جانے کے متعلق برے گمان کی بنا کا

جنگ سے ناپسندیدگی:-

آپؑ سے اہل عراق نے کہا جب [illegible] میں آپؑ اہل شام سے جنگ کرنے میں انہیں تاخیر کرتے نظر آ رہے تھے لوگوں کا گمان ہے کہ آپ جنگ کو موت کی طرح ناپسند کرتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم میں اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ میں موت پر داخل ہوں یا موت نکل کر میرے پاس آ جائے۔ خدا کی قسم میں نے کسی دن جنگ کو نہیں دفع کیا اور روک رکھا مگر یہ کہ میں طمع اور آرزو کرتا ہوں کہ کوئی گروہ ان کا مجھ سے آ ملے اور وہ ہدایت حاصل کر لے اور میری روشنی سے اپنے ۔ تو مجھے یہ کو دور کرے اور یہ بات مجھے

اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس گروہ کو اس کی گمراہی پر قتل کر دوں اور
جبکہ وہ اپنے گناہوں پر برقرار ہوں اور آپ نے اپنے اصحاب سے
اس وقت فرمایا جب وہ آپ کے دشمنوں کو جنگ صفین میں سخت
زخم لگا چکے تھے ۔ پشت پھیرنے والے کا پیچھا نہ کرنا اور زخمی کو قتل
نہ کرنا اور ان کا مال نہ لوٹنا پس وہ دشمن کے لشکر میں سوتے اور
جاندی سے گزر جاتے لیکن کوئی بھی انہیں نہ اٹھاتا اور آپ کو یہ خبر
ملی کہ حجر بن عدی اور عمرو بن حمق معاویہ اور اس کے لشکر کو گالیاں
دیتے رہتے ہیں تو آپ نے کسی کو ان کے پاس بھیجا کہ اس بات سے
رک جاؤ جو تمہارے متعلق مجھ تک پہنچی ہے تو ان دونوں نے
عرض کی اے امیر المومنین کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ۔ آپ
نے فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ تم لوگ گالیاں دو اور لعنتیں کرو بلکہ
یہ کہو کہ خدایا ہمارے اور ان کے خون کو محفوظ رکھ اور ہمارے
درمیان صلح کرا دے ۔

مساکین سے ۔

اللہ کو یاد رکھنا نچلے طبقہ کے معاملہ میں کہ جن کے پاس کوئی حیلہ
اور چارہ کار نہیں اور وہ مساکین جو محتاج ہیں اور سختی زندگی میں اور
آفت زدہ ہیں اور اللہ کے لئے اس کے قائم کردہ حق کی ان کے بارے
میں حفاظت کرو جس کی اس نے تم سے چاہی ہے اپنے ہم و غم کو

ان سے خارج نہ کرو اور ان کے سامنے اپنے رخسار کو پھیر دے اور ان
میں سے جو تجھ تک نہیں پہنچتے ان کے معاملات کی چھان بین رکھا کرو ۔

امام کی قضاوت :-

اور آپ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے سب سے
بڑے قاضی اور فیصلہ کرنے والے تھے ۔ اور فیصلے اور قضاوت کرنا
ہی خدا کے دیئے ہوئے عطیات اور درست رائے اللہ کہ کس سے
مسلم کو روایت سے یاد رکھا ہے کی کسوٹی ہے ۔
احمد امین نے کتاب فجر الاسلام کی پہلی جلد میں کہا ہے آپ فیصلہ
کرنے والی عقل کے مالک تھے آپ کو رسول اللہ نے یمن کی قضاوت
عطا کی تھی ۔ اور آپ کے کچھ ایسے فیصلے ہیں کہ جن کی صحت مختلف قضایا
کی شکلوں میں ثابت ہو چکی ہے ۔ یہاں تک کہ آپ کے متعلق کہا گیا
ہے کہ کوئی ایسا مقدمہ درپیش نہ ہو کہ جس کے فیصلہ کے لئے
ابوالحسن موجود نہ ہوں اور یہ قول عمر بن خطاب سے مشہور ہے اور
فقہاء اہل سنت و شیعہ کے ایک گروہ نے آپ کے فیصلوں میں مستقل
کتب تحریر کی ہیں ۔ ان میں سے ایک ترمذی ہیں جو صحاح ستہ میں سے
ایک کے مولف ہیں اور علی بن محمد مصری ۔ اور محمد بن قیس بجلی اور علی
بن ابراہیم قمی اور السید محسن امین نے کئی ایک فیصلوں کا اضافہ کیا
ہے ۔ علی بن ابراہیم قمی کی کتاب میں اور اس سے کئی ایک شکل میں جمع کیا ہے

کہ جس کا نام ہے عجائب احکام امیر المومنینؑ۔

ان فیصلوں میں سے ایک یہ ہے کہ چار آدمیوں نے شراب پی لی اور ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک چھری تھی جب نشہ میں مست ہو گئے تو ایک دوسرے پر چھریاں چلانے لگے اور ان میں سے دو مر گئے اور دو زندہ رہے تو قتل ہو جانے والوں کے وارث امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ان دونوں نے ہمارے آدمیوں کو قتل کر دیا ہے لہٰذا ان سے ہمارا قصاص لیجئے آپ نے ان سے فرمایا تمہیں کہاں سے اس کا علم ہوا ہے ہو سکتا ہے کہ ان دونوں نے بھی ایک دوسرے کو قتل کر دیا ہو لہٰذا دیت چاروں پر تقسیم ہو گی اور یہ دو باقی رہ گئے ہیں۔ وہ مرنے والوں کی دیت کا چوتھا حصہ ادا کریں اور اس حکم کا مبنی یہ ہے۔ کہ شراب پینے پر اکٹھا کرنا۔ اور چھریاں اٹھا لینا قانون اور شریعت کی صریح مخالفت ہے اور جنایت قتل اس مخالفت شریعت سے نمودار ہوئی ہے کہ جس میں چاروں افراد شریک تھے لہٰذا جنایت قتل بھی چاروں میں مشترک ہو گی۔ ان میں سے ایک فیصلہ یہ ہے کہ چھ لڑکے دریائے فرات میں ایک دوسرے کے ساتھ کھیل رہے تھے ان میں سے ایک غرق ہو گیا تو تین نے دو کے خلاف گواہی دی کہ ان دونوں نے اسے غرق کیا ہے اور دو نے تین کے خلاف گواہی دی کہ انہوں نے غرق کیا ہے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ دیت کو پانچ حصوں میں بانٹا جائے ان میں سے تین حصے دو سے اور دو حصے تین سے وصول کئے جائیں۔ اس حکم کو منشا

مسئلہ انسان اپنے افعال میں مستقل ہے اور مسئلہ جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور اس سے توبہ نہ کرے اور مسئلہ امکان رویت خدا اور مسئلہ کیا صفات خدا عین ذات ہیں یا غیر ذات اور مسئلہ خلق قرآن اور اس مسئلہ کا اختلاف اس درجہ تک نہیں پہنچا تھا کہ جہاں مامون کے زمانہ میں پہنچا اور ان اختلافات کا اثر علم و ادب و سیاست میں بہت زیادہ ہوا۔

رہا ان کا اثر علم میں تو اس لحاظ سے کہ خلافت میں نظر و فکر تابع تھی ریاست کے معنی اس کی اہمیت اس کے مصداق اس کے شروط کے اور ارادہ و اختیار کی بحث تابع تھی عدل خدا اور علم عقل کے اور انسان کے ثواب و عقاب کے مستحق ہو سکنے کے اور گناہ کبیرہ کی بحث تابع تھی۔ ایمان و کفر کی حقیقت و ماہیت کے اور یہ کہ دونوں کا ایک دوسرے سے کیا علاقہ و تعلق ہے۔

اور امکان دیدار خدا کی بحث تابع تھی۔ وجود و صفات و توحید اور قدم و حدوث کے ان مسائل اور ان جیسے مسائل کی بحث کی انتہا حقیقی طور پر کائنات اور اس کے اسباب تک جا پہنچی تھی۔

باقی رہا ان علوم کا اثر ادب پر تو شعراء گروہ گروہ ہو گئے۔ بعض اس مذہب کی تائید کرتے اور اس کی طرف بلاتے تھے اور بعض اس سے جھگڑتے اور وہ دوسرے مذہب کی طرف بلاتے تھے۔

اور ان کا اثر سیاست پر تو زیادہ واضح اور مبالغہ کی حد تک

قرار دیا کہ امویوں کی فقہ اور پیروی نے ور کے خلاف گواہی دی تھی لہٰذا ان
رو کے زمرے میں حضرت آ سے ایک ایک پانچواں حصہ اور ایک آدھا اور دو
نے ان کے خلاف دی تھی تو ان پانچ میں سے دو حصے دیئے پڑے
ہر ایک پر پانچویں حصے سے کچھ کم

امام جعفر صادقؑ کا علم:-

امام جعفر صادقؑ نے بنی امیہ کے آخری اور بنی عباس کے ابتدائی دورِ حکومت میں زندگی بسر کی۔ جبکہ دنیا عربوں کی طرف فتوحات کی وجہ سے رخ کر چکی تھی اور عرب متمدن قوموں کے ساتھ مل چکے تھے مثلاً ایرانی کہ جن کے پاس طبابت ہندسہ جغرافیہ، حساب علم نجوم ادب اور تاریخ تھی اور مثلاً مصری اور ان کے پاس اسکندریہ کا مدرسہ تھا۔ اور سوریا کے رہنے والے کہ جو رومانی عقلیات کو ترجیح دیتے تھے اور اسی زمانہ میں یہ علوم زبان عربی میں منتقل ہونے شروع ہوئے تھے تو مسلمان ان کی طرف بڑھے اور انہیں فقہ و تفسیر و حدیث اور نحو وغیرہ کے ساتھ پڑھنے پڑھانے لگے۔ اور ان علوم کے لئے درس کے لئے علمی حلقے شام و عراق و حجاز کی مساجد میں قائم کرنے لگے۔

اسی زمانہ میں اور انہیں حلقوں میں سخت قسم کے مناقشات و اعتراض کھڑے ہوگئے کہ جنہوں نے مسلمانوں کو کئی مذاہب اور فرقوں میں تقسیم کر دیا یہ مناقشات اور اعتراضات مسئلہ خلافت اور

پہنچا ہوا تھا کیونکہ ان میں سے بہت سے مسائل کا تعلق حکام اور ان کے احکام کے جواز اور محکومین کا ان سے کیا تعلق ہے سے تھے۔ اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت کے آدمی ہر اس عالم کو سزا دیتے کہ جس کے اقوال و آراء کے ساتھ ان کی سیاست اتفاق نہ کرتی اور اس عالم کو بیشتر تقرب سے نوازتے کہ جس کے قول سے ان کا ظلم و استبداد صحیح قرار پایا۔ اسی لئے ان امور کے متعلق بعض بحث کرنے والوں نے کہا ہے کہ یہ اختلافات ابتداء میں تو سیاسی تھے پھر ان کے سیاسی پہلو پر دینی پہلو غالب آگیا۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں علمی مصنفات و مجلس چہل پہل اور مذاہب کی تقسیم اور سیاسی اختلافات کی زیادہ تر تاریخ کی ابتداء امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں ہوئی اور اس کے ساتھ یہ بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ جس پر تمام اہل سیر اور مورخ نگاروں کا اتفاق ہے کہ امام صادقؑ سیاست سے بالکل الگ تھلگ تھے اور آپ کی کامل توجہ علم کی طرف تھی جب ہم یہ سب چیزیں دیکھتے ہیں تو ہمیں کوئی تعجب نہیں ہوتا اس بات میں نظر نہیں آتی کہ جیسے ہم اہل حدیث کے ہاں پڑھتے ہیں کہ جنہوں نے ان راویان ثقافت حدیث کے نام جمع کئے ہیں جنہوں نے صادقؑ سے روایت کی ہے کہ وہ چار ہزار تھے اور جس کو ابن حجر نے اپنی صواعق میں لکھا ہے کہ لوگوں نے صادقؑ سے وہ علوم نقل کئے ہیں کہ جنہیں قافلے لے کر چلتے تھے اور آپ کی شہرت تمام شہروں میں پھیل گئی اور جسے فرید

جندی نے دائرہ معارف القرن العشرین میں کہا ہے کہ جابر بن حیان نے کیمیا میں ایک کتاب لکھی جس کے ہزار ورق تھے کہ جس میں جعفر صادقؑ کے وہ کتابچے تھے اور وہ پانچ سو رسالے تھے اور جیسے شہرستانی نے الملل والنحل میں ذکر کیا ہے کہ صادقؑ دین کے بے بہا علم اور حکمت کے ادب کامل اور دنیا سے زہد اور شہوات سے ورع تام کے مالک تھے آپ ایک مدت تک مدینے میں اپنے شیعوں کو مستفید فرماتے رہے اور اپنے موالیوں کو اسرار علوم سے نوازتے رہے۔ پھر آپ عراق تشریف لے گئے اور وہاں ایک مدت تک قیام فرمایا اور جو کچھ کتاب عقیدۃ الشیعہ تالیف مستشرق روایت میں آیا ہے کہ صادقؑ کے شاگردوں میں سے ایک گروہ نے عظیم شہرت حاصل کیا ہے۔ علم فقہ و کلام کا اور ان میں سے دو جو کہ ابو حنیفہ اور مالک بن انس ہیں جو بعد میں مذاہب فقہ کے امام ہو گئے اور واصل بن عطا معتزلہ کا رئیس اور جابر بن حیان مشہور کیمیا گر آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ علاوہ ان چیزوں کے جنہیں مغربی و مشرقی مستشرقین نے ذکر کیا ہے۔

امام جعفر صادقؑ کے مدرسہ کا خاص طرز و طریقہ اور آپکی تعلیمات

ہم علم امام اور ان کے خاص طریقے کے متعلق جو مختصر گفتگو کرتے ہیں آپ کے آثار کی روشنی میں ہے کہ جس کی اسلامی میراث نے حفاظت کی ہے ان حسین تک ہر وہ شخص پہنچ سکتا ہے جو ان تک پہنچنا چاہے

اور آپ کا یہ میراث کیمیا، علم کلام و توحید، اخلاق اور تمام علوم وغیرہ میں کہ جن کے مختلف فروعات میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔

علم کیمیا :-

صادقؑ کے علم کیمیا پر کئی ایک رسالے ہیں کہ جنہیں آپ کے شاگرد جابر بن حیان نے اپنے مختلف تالیفات میں درج کیا ہے اور ان میں سے بعض نشر ہو چکے ہیں اور بعض ابھی تک نشر نہیں ہو سکے اور قاہرہ میں موجود ہیں اور چھپ چکے ہیں ان میں سے کتاب الرحمۃ کتاب المیزان کتاب الملک کتاب مختار رسائل جابر بن حیان ہے ہم ان کے نمونے اور فوائد کی بحث اس فن سے اختصاص رکھنے والوں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

علم الکلام و توحید :-

آپ کی کتاب توحید مفضل ہے کہ جسے مجلسی نے مکمل طور پر بحار میں نقل کیا ہے۔ اور مصر میں علیحدہ چھپ چکی ہے اور آپ کے احتجاجات اور امامیات کی تعلیمات ہیں کہ جو تتبع کرنے والے شخص کو کلینی کی کتاب کافی اور سید مرتضیٰ کی شافی اور ان کے علاوہ دیگر علماء شیعہ امامیہ کی کتب حدیث و عقائد میں مل سکتی ہیں۔ اور آپ کا طرز طریقہ ما وراء الطبیعیات الٰہیات کے سمجھنے کا منطق عقل و فطرت پر مرکوز ہے

اور آپ پر جبر و صرف و مد و قرض کرتے ہیں اس کو نتیجہ اور استنباط پر ذریعے قرض صحیح سے حاصل کرتے ہیں کیونکہ ہر فرض صحیح ہوتا ہے جب وہ منطقی نتیجہ ہو یہی نقیبہ کا اور اس اسلوب پر موجودہ زمانہ کے علماء طبیعین وغیرہ اقرار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ تمام حدوث عالم پر استدلال کرتے ہیں اور ان کے حدوث سے وجود صانع پر اور آپ بدلائل تمام بلیغ صرف کرتے تھے ہر اس شبہ کے دور کرنے میں جو خدا کی وحدانیت اس کے عدل اس کی قدرت اور اس کی بلندی و عظمت اور بعثت انبیاء اور ان کی عصمت کے گرد چکر لگاتا تھا۔

پس اللہ ایک ہے وہ عالم قادر ہے اس کی صفات عین ذات ہیں اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ اس کا کلام مخلوق ہے اور وہ کلام قدیم نہیں۔ لوگوں کا دوبارہ زندہ ہو کر قبور سے نکلنا اور حساب و کتاب ضروری ہے اور انبیاء نبوت کے اعلان سے پہلے اور اس کے بعد معصوم ہیں اور خلافت نص رسول سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ انتخاب سے انسان فاعل مختار ہے نہ کہ مجبور و قیدی اور اس کا چھٹکارا اس کے اپنے ہاتھ میں ہے نہ کہ کسی اور شخص کے۔

اخلاق پیرا آپ کے مواعظ و حکم اور آپ کی وہ وصیتیں جو آپ نے اپنے گھر والوں اور اصحاب کو کی ہیں ان کو ہم مختلف مقامات پر ابو نعیم اصفہانی کی کتاب حلیۃ الاولیاء میں حسین حرانی کی تحف العقول میں محمد بن طلحہ شافعی کی مطالب السؤل میں اور دوسری اخلاق و حدیث کی کتب میں

موجود پاتے ہیں اور اگر ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو ایک بہت ضخیم کتاب ہو جائے اور وہ مواعظ حسن سلوک سے تواضع کو وضع اور مقرر کرتے ہیں تمام لوگوں کے درمیان مساوات کی بنیاد پر اور اس اصول پر کہ انسان طبعی طور پر نیک اور ذاتی طور پر پاک و پاکیزہ ہے۔ اسے تربیت ماحول اور عملیات خارجی فاسد کر دیتی ہیں۔

آپ کے ارشادات میں سے بعض یہ ہیں کہ انسان کی اصل بنیاد اس کی عقل ہے۔ اس کا حسب اس کا دین ہے۔ اس کا کرم اس کا تقویٰ ہے اور سب لوگ اولاد آدم ہونے میں برابر کے شریک ہیں نفس انسانی انسان کو پگھلا دیتا ہے۔ اگر اس کے پاس کوئی ذریعہ معاش نہ ہو کہ جس پر وہ بھروسہ کرتا؟ اور جب وہ اپنی معاش کو جمع کرے تو مطمئن ہو جاتا ہے انسان کی بنیاد چند خصائل و عادات پر ہے لیکن جن خصائل و عادات پر بھی اس کی بنیاد ہو کبھی اس کی بنیاد خیانت و جھوٹ پر نہیں رکھی جا سکتی اور جب انسان کی طبیعت ہی سچائی اور امانت پر مبنی ہے تو جھوٹا اور خائن وہ ہے جو انسان کو اس کی طبیعت اور وضعیت سے نکال لے جائے اور اس کی بنا اور وجود کے منہدم کرنے کے لئے کام کرے۔

شیعہ مذہب کی کئی ایک کتب تفسیر ہیں جن میں سے طبرسی کی مجمع البیان، شیخ طوسی کی تبیان مقداد کی کنز العرفان ہے۔ اور شیعہ علماء نے ان کتب میں اور ان کے علاوہ دیگر کتب تفسیر و حدیث میں امام صادق سے قرآن مجید کی بہت سی آیات کی تفاسیر روایت کی ہیں۔

خصوصاً وہ آیات جن کا تعلق احکام سے ہے۔ اور شیعہ قرآن کی کسی آیت کی تفسیر باقی آیات سے تقابل اور جو صحیح طور پر نبی کریم اور آئمہ اہل بیت سے تفسیر وارد ہوئی ہے۔ اس سے بحث و تحقیق کئے بغیر نہیں کرتے۔ کیونکہ قرآن مجید میں بعض آیات منسوخ شدہ ہیں اور بعض کی دوسری بعض تخصیص کرتی ہیں اور سنت میں بہت سی احادیث ہیں جو زیادہ آیات کی تفسیر کرتی ہیں اور خدا کا کلام اور رسول کا ارشاد ایک دوسرے سے متناقض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ دونوں ایک ہی شئے کی مانند ہیں جب اگر انہیں کتاب خدا میں کوئی ناسخ یا مخصص نہ ملے اور سنت میں تفسیر موجود نہ ہو تو پھر وہ آیت کی تفسیر اس کے ظاہر لفظ کے مطابق کرتے ہیں بشرطیکہ آیت کا ظہور حکم عقل کے منافی نہ ہو۔ ورنہ وہ ایسی تاویل ضروری سمجھتے ہیں کہ جسے لفظ برداشت اور عقل قبول کرسکے اور یہ تفسیر کا طریقہ انہوں نے آئمہ اہلبیت سے لیا ہے۔

فقہ۔

فقہ اسلام انسان کے خصوصی اور عمومی حالات اور جو امور اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لئے واجب ہیں اور جو اس کی ذات اور اس کے خاندان سے متعلق ہیں اور جو حکومت اور مملکت سے تعلق رکھتے ہیں اور جو اس کے زراعتی اور تجارتی امور سے وابستہ ہیں اور جنہیں وہ درآمد یا خرچ کرتا ہے ان سب سے بحث کرتی ہے یہی

وجہ ہے کہ فقہ اسلامی باقی تمام علوم اسلامی سے زیادہ وسیع ہے۔ اور شیعوں کی ہر کتاب حدیث، فقہ اور ان کے تمام ابواب میں ظاہر ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ شیعہ امامیہ کو اکثر اوقات جعفریہ کا نام دیا جاتا ہے اور انہیں باقی آئمہ کو چھوڑ کر امام جعفر صادق کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت نے اہتمام کیا ہے کہ جن میں سے حافظ ابن عقدہ زیدی اور شیخ ابو جعفر طوسی ہیں کہ وہ ان راویوں کے نام شمار کریں کہ جنہوں نے جعفر بن محمد علیہ السلام سے روایت کی ہے اور ان کے نام اور روایات لوگوں کی دسترس میں موجود کتب میں تدوین شدہ ہیں راویوں کی تعداد چار ہزار افراد تک پہنچی ہے کہ جو عراق، حجاز، شام اور خراسان کے رہنے والے تھے اور محقق شیخ علی بن العال کی کتاب میں ہے۔ کہ جعفر بن محمد سے مسائل کے جوابات میں سے چار سو کتابیں چار سو مصنفین کی لکھی گئی ہیں کہ جن کا نام انہوں نے اصول رکھا تھا اور انہیں کتب اصول کی وجہ سے صادق مرجع ہیں فقہ و تشریع کا شیعہ امامیہ کے نزدیک اور آئمہ معصومین کے زمانے سے تھوڑے وقفہ بعد یہ چار سو اصول چار کتب میں جمع کر دیئے گئے وہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی کی کتاب کافی محمد بن بابویہ قمی (صدوق) کی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ اور محمد بن حسن طوسی کی کتاب استبصار اور کتاب تہذیب ہے

احکام شرعی کے اثبات میں آپکا طریق کار:۔

صادقؑ قیاس پر عمل کرنے سے منع فرماتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ قیاسات انسان کو زیادہ تر حق سے دور کر دیتے ہیں اور آپ نے بہرکیف ظن و گمان سے منع فرمایا جس کا استناد اور سہارا کسی معہود و واضح منبع پر نہ ہو اور قیاس کا معنی ہے ایک چیز کو حکم شرعی میں دوسری چیز کے ساتھ ملحق کرنا علت حکم شرعی میں اتحاد کی وجہ سے اور یہ قیاس احناف وغیرہ کے نزدیک اصول شرعیہ میں داخل ہے۔

اور جو شخص آپ کے اقوال و احکام کا تتبع کرے تو وہ آپ کو بذاتہ مستقل علمی شخصیت پائے گا۔ آپ اپنی حدیث کو دوسرے راویوں کی طرف اسناد نہیں دیتے تھے اور نہ ہی کسی مشہور قول یا منقول قول کی طرف مگر شاذ و نادر۔ اور شیعہ کہتے ہیں کہ امام جب کوئی حدیث بیان کرے اور کسی کی طرف اس کی اسناد نہ کرے تو اس کی سند اس کے باپ دادا کے واسطے سے رسول اکرمؐ سے جا ملتی ہے۔ بہرحال جو کچھ بھی آپ سے مروی ہے احکام شرعیہ کے متعلق مروی ہے وہ عبادات عامہ و عمومی اصول و قواعد پر مرتکز ہے۔ ان میں سے

حریت و آزادی:۔

ہر انسان چاہے وہ مرد ہو یا عورت وہ اپنی ذات اور جو چیزیں اس

کے شئون و حالات سے مخصوص ہیں وہ ان میں تصرف کرنے میں آزاد ہے اور اس پر کسی کا کوئی تسلط نہیں مگر یہ کہ وہ بچہ ہو یا مجنون و سفیہ تو اس صورت میں اس پر قوی امین کو ولی بنایا جائے گا بشرطیکہ اس ولی کے تصرفات بھی پھر وہ اس کی مصلحت سے تجاوز نہ کریں کہ جس پر ولی بنایا گیا ہے۔ اور ان میں سے ایک مساوات ہے۔

تمام لوگ قانون کی نظر میں برابر ہیں لہذا ہر جنایت کار کو سزا ملے گی۔ اور ہر غاصب کو تاوان دینا پڑے گا۔ حاکم اور صاحب منصب کے لئے کوئی رعایت نہیں چاہے کوئی بھی ہو اور جو قانون اساس تقویٰ سے ہٹ کر لوگوں کی تقسیم کرے وہ ظالمانہ قانون ہے۔

اور ان عمومی قوانین میں سے ایک انسان پر بھروسہ اور اس کے شعور کا احترام کرنا ہے۔ انسان کے تمام معاملات اور سارے تصرفات اصولی طور پر صحیح ہیں جب تک اس کے برعکس کوئی ثبوت نہ ہو۔ مگر جہاں کوئی انسان دوسرے کے خلاف دعویٰ کرے کیونکہ ہر انسان بری الذمہ ہے جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ اس کا ذمہ دار ہے اور جو شخص کسی دین سے تعلق رکھتا ہے اس کے اعمال پر صحت کے آثار مرتب ہوں گے جب تک وہ اعمال اس کے اپنے اعتقاد کے موافق ہوں اگرچہ وہ اسلام کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔

ان قواعد میں سے دھوکہ بازی کی حرمت ہے۔

علاوہ سود، ذخیرہ اندوزی اور ہر وہ معاملہ جو دوسرے شخص

کے لئے نتیجہ خیز ہو وہ باطل ہے اور شریعت و قانون کے خلاف ہر قسم کی حیلہ بازی ممنوع ہے اور جس شخص کے قبضہ میں کوئی چیز ہو اسے اس میں تصرف کرنے سے روک دیا جائے گا جب وہ تصرف دوسرے کے لئے ضرر رساں ہو۔

ان قواعد میں سے ایک اباحت و حلیت ہے۔

ہر وہ چیز جس میں کسی جہت سے لوگوں کی منفعت ہے وہ حلال ہے جو شخص کسی چیز کے لئے مضطر و مجبور رہے وہ حلال ہے یعنی وہ بھوکا جسے اپنی زندگی بچانے کا راستہ نہیں ملتا اسے چوری کی حد نہیں لگائی جائے گی۔ جو مقروض قرض ادا کرنے سے عاجز ہے اسے قید نہیں کیا جا سکتا اور جن چیزوں کی طرف رہنے کھانے اور پہننے کے لئے مضطر ہے ان سے اسے نہیں روکا جائے گا۔

ان میں سے ایک اصول ذمہ دار بننا ہے۔

ہر بالغ، عاقل کے لئے ایک ذاتی صفت ہے جس کی بنیاد پر وہ اس کا اہل ہے کہ کسی پر کوئی چیز لازم قرار دے یا کسی چیز کا وہ خود ملتزم ہو جائے، اپنے نفع کے لئے یا نقصان برداشت کرنے کے لئے اور جو شخص ضامن بنے یا اپنے ذمہ میں کچھ لے یا کسی عمل یا مال کا ذمہ دار قرار دیا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ اسے اس کے طریقہ پر ادا کرے اور دوسری طرف کو یہ حق ہے کہ وہ اس کا مطالبہ کرے اور اس کو نافذ

کا پابند کرے اور اسے حق تسلط ہے، اسی پر اور اس کے مال پر جیسے بد خیانت کرے یا کوتاہی کرے البتہ الزام و التزام کی یہ بنیادی شرط ہے کہ وہ عمل ملتزم کا حق ہو اور ذاتی طور پر جائز ہو۔ اور وہ ملزم کرنے والے یا التزام کرنے والے کے لئے مضر نہ ہو اور نہ ہی کسی دوسرے کے لئے لہٰذا ہر وہ معاہدہ جو معاہدہ کرنے والوں کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہو یا ان دونوں کے لئے یا ان میں سے کسی ایک کے لئے یا کسی تیسرے شخص کے لئے ضرر کا باعث ہے یا اس کی حقیقت معلوم نہیں تو وہ لغو باطل ہے ضروری ہے کہ اس کو لغو قرار دیا جائے اور ہر تجارت زراعت اور صنعت کہ جس میں ضرر کا شائبہ ہے وہ فاسد ہے جو شخص نذر کرے یا قسم کھائے یا خدا سے عہد کرے کہ ایسا کام کرے گا جو اس کے لئے یا اس کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لئے مضر ہو تو اس کی نذر قسم اور عہد لغو ہے۔ جناب صادق علیہ السلام نے یہ عہد و قانون کئی ایک احادیث کے ذریعہ مقرر فرمایا ہے۔

ان میں سے بعض احادیث یہ ہیں جو شخص کتاب خدا کے علاوہ کوئی شرط قرار دے تو وہ نہ اس کے نفع میں جائز ہے اور نہ ہی خدا کی صورت میں اور مسلمان اپنے شرطوں کے ساتھ ہیں مگر وہ شرط حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنائے جو شرط کتاب خدا کے خلاف ہو وہ مردود ہے جب تو اپنی قسم کے غیر میں خیر دیکھے تو قسم کو چھوڑ دے اور اس کام کو کر جس میں خیر ہے اور تجھ پر کوئی کفارہ نہیں بلکہ وہ شیطان کے

دوسروں میں سے ہے کفارہ وہاں ہے جب انسان قسم کھائے کہ وہ زنا نہیں کرے گا شراب نہیں پیئے گا اور خیانت نہیں کرے گا اور دیگر اس قسم کے اصول اور ان قواعد میں سے ایک قاعدہ اقرب فالاقرب ہے۔

حضرت صادقؑ نے اسی مبدء پر میراث میں اعتقاد کیا ہے پس آپ نے اولاد اور ماں باپ کو اولیٰ قرار دیا ہے بھائیوں اور اجداد سے اور بھائی اور جد کو چچوں اور ماموں سے جب پہلے طبقہ کا ایک فرد بھی موجود ہو تو وہ دوسرے طبقہ کے ہر وارث کے لئے میراث لینے سے مانع اور حاجب ہوگا۔ لہذا بیٹی اپنے چچے کے لئے مانع ہوگی جس طرح کہ بیٹا مانع ہوتا ہے۔ بغیر کسی فرق کے۔

اور اسی مبدء اور اصول پر نفقات میں بھی اعتقاد کیا ہے فرمایا کہ بہترین خرچ جو انسان کرتا ہے وہ یہ ہے جو اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر کرے پھر اپنے والدین پر پھر تیسری جگہ اپنے رشتہ داروں اور بھائیوں پر چوتھا مقام ہے فقراء ہمسایوں کا پھر پانچویں منزل ہے۔ سبیل اللہ (اللہ کی راہ) کی اور اس کا اجر سب سے کم ہے۔ یہ جتنے مبادی اور اصول ہم نے ذکر کئے ہیں یہ تو من باب المثال ہیں ورنہ مقصود یہ ہے کہ بہت سے امور مدنی (ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں) ہیں مثلاً خرید و فروخت اجارہ وکالہ اور دیگر اس قسم کے معاملات و عقود بعض امور جنائی ہیں مثلاً قتل کرنا چوری کرنا، اور بعض حالات شخصی سے متعلق ہیں۔ شادی کرنا، وصیت کرنا اور تمام قسم کے معاہدے اور

التزامات اور یہ چیزیں امام صادقؑ کے احکام میں روح شریعت کی پوری تصویر کشی کرتی ہیں اور فقہ میں آپ کے مسلک وفقہ جب کو بتاتی ہیں کہ جنہیں آپ نے حقیقی زندگی سے اخذ کیا ہے: انسان کی کرامت و بزرگی اس کی حریت و آزادی اس کے حاجات و مصالح کو سامنے رکھ کر نہ صرف ظن و خیال سے اور نہ ہی تسلط کی خواہشات اور غیر واضح دلوں کی شہوات سے بلکہ حریت و مساوات حقوق انسانی کی حفاظت اور انسان کی ذمہ داریوں کے احترام سے اور اس قسم کی چیزوں ہی سے صحیح مدرک و ماخذ فقہ ہیں امام صادقؑ کے نزدیک اور کتاب و سنت تعبیر صادق اور لسان صادق ہے ان مبادی و اصول کی اور یہی مقصد تھا۔ حضرت صادقؑ کا جب آپ نے اپنے شیعوں سے فرمایا کہ ہماری طرف سے منسوب شدہ حدیث کو قبول نہ کرنا مگر وہ جو کتاب خدا اور سنت کے موافق ہو یا جس پر ہماری احادیث میں سے کوئی شاہد ہو یعنی وہ حدیث قبول نہ کرنا جس میں ظلم و عدوان کا شائبہ ہو۔

اور فقہ کی طرف اس نظر سے دیکھنا یہ اس ثقافت وسیع اور کتاب و سنت کے اس کثیر علم کا صحیح نتیجہ ہے اور امام صادقؑ کے مبدء و منہج پر ہر اس شخص پر واجب ہے جو فقہ کو سمجھنا چاہتا ہے کہ وہ مبادی انسانیت کو ہر چیز سے پہلے یاد رکھے ورنہ وہ بہت ہی دور ہے۔ فقہ صادقؑ آیات خدا اور سنت رسول سے اصفیٰ حل دین اتباعاً (میں دین ہی پہ چل کر دنیا سے گزروں گا) (امام حسینؑ)

زندہ کا معنی :-

ایک سوال ہے جو ابتداء میں عجیب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ یہ زندہ ہے اور یہ مرا ہوا ہے۔ اس کا کیا معنی ہے۔

اور تعجب کی وجہ یہ ہے کہ زندہ کا معنی مشہور و معروف ہے اور اسی طرح مردہ کا بھی لیکن غور و تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال درست ہے۔ اور اب آپ کی خدمت میں اس کو بیان کیا جاتا ہے۔

ہر فرد انسان کے لئے ایک واقعیت ہے کہ جس میں وہ زندگی بسر کرتا ہے اور وہ اس کا ذاتی عمل ہے اور یہ عمل کبھی تو اس کی ذات تک ہی منحصر رہتا ہے اور اس کا اثر اس کے غیر تک نہیں پہنچتا اور کبھی اس سے تجاوز کر کے دوسروں کو بھی اس کا نفع پہنچتا ہے پہلا شخص نام کا زندہ ہے لیکن واقع میں مردہ ہے اگرچہ وہ کھاتا ہے پیتا ہے جب تک کوئی شخص اس کے وجود کو محسوس کرے اور دوسرا شخص اپنے باقی رہنے والے آثار سے زندہ ہے اس کا وجود ان آثار کے وجود کے ساتھ برقرار رہتا ہے اگرچہ وہ مٹی اور بوسیدہ ہڈیاں ہو جاتا ہے۔

وہ محمد مصطفیٰ کہ جن کا نام عبادت گاہوں اور مساجد میں نمازوں اور دعاؤں میں ہر وقت اور ہر جگہ خدا کے نام کے ساتھ ملا ہوا ہے یہ حضرت تو ابھی جب تک خدا باقی ہے اور اسی طرح آپ کے اہل بیتؑ

جن کے متعلق آیت مودت و آیت تطہیر نازل ہوئے وہ زندہ ہیں۔
جب تک کتاب خدا اور سنت نبوی کے الفاظ و یادگار موجود ہیں اور ہر وہ شخص کہ جو کوئی اثر چھوڑ جائے۔ وہ قول ہو یا فعل کہ جس سے بلا واسطہ یا بالواسطہ لوگ نفع حاصل کریں۔ وہ زندہ و جاوید ہے۔ اور جو شخص اس زندگی سے اسی طرح نکل جائے جس طرح اس میں پہلے داخل ہوا تھا تو وہ اجر و عظیم عبث اور بے کار ہے۔ ہیں جو شخص ایک درخت لگا دے یا ایک مکان بنائے یا ایک راستہ ہموار کرے یا ایک آلہ ایجاد کرے یا ایک نظریہ کشف کرے یا ایک کتاب لکھ دے یا ایک مقالہ نشر کرے یا ایسی تقریر و خطاب کرے جو عقول و افکار کو متوجہ کرے یا لوگوں کے عواطف کو ابھار دے اور انہیں اچھائی کی طرف لے جائے تو ایسے افراد جیسے اشخاص باقی اور موجود ہیں جب تک ان کے آثار زندہ اور ان کے حصے بھی متحرک ہیں۔

قصاب اور نانبائی :-

آپ پوچھیں گے کہ یہ قصاب و نانبائی اور سبزی فروش کے متعلق کیا کہنا چاہتا ہے کہ جن سے لوگ روزانہ کی زندگی میں نفع حاصل کرتے ہیں حالانکہ ان کے اعمال و افعال کے لئے طبیعی دوام و استمرار نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص بھی اس زندگی کا دور پورا کرتا ہے وہ کوئی نہ کوئی نفع مند اثر چھوڑ کر جاتا ہے اگرچہ وہ ظاہراً دکھنے میں نہیں آتا۔

ہر کام کرنے والا چھوٹی بھی ہو۔ وہ معاشرہ کا ایک زندہ عضو ہے اس کے ساتھ اور دوسرے افراد کے ساتھ مل کر بشریت اپنے مقاصد حاصل کرتی ہے اور اکثر اوقات خداوند عالم انہیں بیہودہ قسم کے لوگوں کے ذریعہ کسی طریقہ پر دوسرے لوگوں کے لئے سعادت مندی مقدر کر دیتا ہے۔ یا ان سے کسی عاقل کو بیدار کرتا ہے یا کسی مفکر کو الہام کرتا ہے یا کسی مصلح کی مدد کرتا ہے اور اس عاقل بیہودہ کے اثر میں سے بچی کافی ہے کہ اس کے لئے ایک نیک و صالح خاندان پیدا ہو جاتا ہے پس اپنی اولاد کو عرق ریزی اور محنت جدوجہد سے تربیت کرتا ہے۔

کوتاہ عمر۔

سب لوگوں میں سے زیادہ کم عمر وہ شخص ہے کہ جس کا ہم و غم اپنی ذات پر منحصر ہو اور اس کو صرف اپنی مشکلات ہی مشکل نظر آئیں اور خیر کا مفہوم اس کے ہاں اس کی اپنی بھلائی ہو اور کمین پر بھی ہمیشہ رہتا ہے اور اس کا ذکر بھی وحشی ہوتا ہے بسبب ان برائیوں اور بیماریوں کے جنہیں وہ چھوڑ جاتا ہے۔ لیکن وہ ہمیشہ عذاب لعنت سب وشتم میں ہمیشہ رہتا ہے بالکل اسی طرح جیسے یزید اور مروان ہے۔

طویل عمر۔ باقی رہے زیادہ طویل عمر کے لوگ اور جن کے

وجود میں زیادہ تاکید ہے ہر زمانہ میں دنیا میں تو وہ بہت سے ہیں ان میں سے ایک گروہ علماء ہیں کہ جنہوں نے قوی طبیعت کو کشف کیا ہے اور جنہوں نے بیسویں قرن کے انسان کو ان پر مسلط کیا ہے تاکہ وہ اس سے نئی زندگی کو فشرو نکالے۔ بعد اس کے کہ طبیعت اس کے اسلاف پر مسلط رہی ہے۔ اور انہیں صدیوں تک اپنا غلام بنائے رکھا ہے۔

اور بعض وہ ہیں جو لوگوں کو نیک فال عطا کرتے ہیں اور انہیں دلاور اور بہادر بناتے ہیں۔ اس عمل کے کرگزرنے پر کہ جس سے وہ زیادہ خوشگوار اور زیادہ سعادت مندانہ زندگی بسر کرسکیں اور ان کے خیل انبیاء و اولیاء ہیں کہ جنہوں نے انسانیت کی رشد و ہدایت کی اور اسے ترقی اور ہدایت کا راستہ واضح روشن کرکے دکھایا اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو شہادت اور قربانی کے لئے ہر عزیز چیز کو پیش کرنے کی استعداد و حق و حقیقت کو زندہ کرنے اور باطل کو مٹانے کے لئے رکھتے ہیں۔

واقعہ اور حقیقت سے تجاوز نہیں ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ مومن کے ایمان اور متدین کے دین کا قیاس اس کی اس استعداد پر کیا جائے گا کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی کی بازی لگا دے اور جس میں یہ استعداد نہیں تو اس کا دین اور اہل دین سے کوئی تعلق نہیں اگرچہ وہ اپنی اس بزدلی اور زندگی کے حرص کے توجیہ اور جواز کی

ہزاروں توجیہیں پیش کرتے۔

امام حسینؑ:-

انسانیت اپنی پوری تاریخ میں کوئی ایسا شخص نہیں جانتی کہ جس میں قربانی اور فداکاری کی روح، اعتقاد و دین کی خاطر اس طرح پیش کر سکے۔ جیسی مثال روح حسینؑ میں تھی کہ جن کی زبان پر حقیقت جاری تھی جبکہ وہ شہادت کی راہ میں جا رہے تھے: اسلام دین حق میں دین نبی کی بقاء کے لئے جا رہا ہوں۔

حسینؑ نے تردد کے بغیر شہادت کو لبیک کہا اور اس پر اقدام کیا نہ اس لئے کہ وہ موت کو چاہتے تھے اور زندگی سے تنگ آ گئے تھے اور نہ ہی کسی تکلیف سے بھاگنا چاہتے تھے اور نہ ہی ان کے نفس میں اضطراب تھا اور نہ ہی کسی پر دشمنی اور سلطنت پر سرکشی کی بنا پر اور نہ ہی بزدلی کی صفت سے ڈر کے مارے اور نہ ہی کوئی مانع اور نہ کوئی ہدف و مقصد تھا سوائے خدا کی مشیت کے امتثال و اطاعت کے اور حکم رسول اللہؐ کی فرمانبرداری کے کہ جن کی اطاعت سے چارہ نہیں آپؑ سے آپؑ کے بھائی محمد بن حنفیہ نے عرض کیا آپ کو جلدی نکلنے پر کس چیز نے آمادہ اور چلایا ہے۔

حسینؑ نے جواب میں فرمایا میرے پاس رسول اللہؐ آئے تھے اور فرمایا ہے اے حسینؑ خروج کرو کیونکہ خدا یہ چاہتا ہے کہ تجھے شہید

دیکھے۔ محمد نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ تو پھر ان خواتین کو آپ کا اپنے ساتھ لے جانے کا کیا مقصد، حسینؑ نے فرمایا بے شک اللہ یہ چاہتا ہے کہ انہیں قیدی دیکھے۔ اور ابن عباس نے آپ سے عرض کیا کہ عراق کی طرف نہ جائیے تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے ایک چیز کا حکم دیا ہے اور میں اسے کر گزروں گا تو ابن عباس نے کہا واحسیناہ۔

ابن عباس نے یہ خون رلانے والی فریاد کی تھی لیکن وہ جانتے نہیں تھے کہ یہ فریاد حدود زمان و مکان سے آگے بڑھ جائے گی۔ عنقریب یہ فریاد افکار و اذہان میں انقلاب پیدا کر دے گی اور یہ شعار اور علامت بن جائے گی۔ تحریکات اور بغاوتوں کے خلاف آواز بلند کرنے اور حریت و استقلال کا اعلان کرنے کے لئے اور اس پر خون اور آنسوؤں کے دریا بہیں گے اور فضا ودر بدری آہوں و چیخوں سے بھر جائے گی اور مجالس و کتب خانے اور منبر اسے بار بار دنیا اور دنیا کے آخری دن تک دہرائیں گے باوجود اس کے حسینؑ زندگی کو چاہتے تھے اور موت کو ناپسند کرتے تھے اس میں کوئی شک نہیں ورنہ حسینؑ اتنے عظیم نہ ہوتے کیونکہ جن کے نزدیک مرنا اور جینا برابر ہو اس کو جان دینے اور قربانی کرنے والا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ جب وہ موت پر اقدام کرے اور کون عقلمند اپنی زندگی سے صرف نظر کرتا ہے اور اپنے سر قلم ہونے سینہ اور پشت کے گھوڑوں

کی پائمالی کے نتیجے میں ورغلائے جانے اور بچوں کے ذبح ہونے اور عورتوں کے قید ہونے کو پسند کرتا ہے جب تک کہ قیمت با عجز اور زیادہ باقی رہنے کی امید نہ ہو اور کوئی چیز انجام کے لحاظ سے خدا کی اطاعت اور اس کی راہ میں قربان ہونے سے افضل نہیں ہے صرف اسی لئے حسینؑ نے ان امور پر اقدام کیا اور انہیں کوئی تردد نہیں ہوا۔ اور شیعوں کی زبان میں اس کی تعریف در اصل گمراہی کے لحاظ سے آپ نے معصیت اور بلاوجہ کود پڑنے کو درست ثابت نہیں کیا۔

ابلیس کی منطق :۔

کہا گیا ہے کہ ابلیس کی رسول اللہؐ سے ملاقات ہو گئی تو عرض کرنے لگا۔ اے محمدؐ خدا نے آپ کی تعریف و توصیف نبی ہدایت کے ساتھ کی ہے اور مجھے گمراہی کے امام کا نام دیا ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ معاملہ اس کے اپنے ہی ہاتھ میں ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے پس وہ اپنے بندوں کو ہدایت پر مجبور کیوں نہیں کر دیتا۔ جبکہ وہ ان سے ہدایت چاہتا ہے۔

ابلیس لعین نے تجاہل عارفانہ کیا کہ خداوند عالم ہی کائنات کا خالق ہے ان چیزوں سمیت جو اس میں ہیں قاعدہ کن فیکون کے ماتحت لہذا ہر فعل کی استناد بلا واسطہ اسی کی طرف ہے اور اس کے اس کلام کی طرف کرو وحدہ لا شریک ہے حالانکہ بندوں کے افعال اور بعض

کا بعض سے معاملہ میں خداوند عالم دخل نہیں دیتا۔ سوائے ارشاد و ہدایت کی راہ کے اور امر و نہی کے طور پر وہ انسان کی حریت کا اور اس کی قدرت مطلقہ کو چھوڑ دیتے ہوئے تاکہ اکیلا انسان ہی اپنی کوشش و کسب کے بوجھ کو اٹھائے اور مستحق و کاہل کا جوابدہ ہو اور اس سے خبیث و طیب کی تمیز ہو سکے اور عقول کے سامنے ان کی قدر و قیمت اور تقدس کے لئے ان کی علیا تیج عزتیہ ظاہر ہوں اور اگر خداوند عالم اپنے بندوں کو فعل پر مجبور کر دے تو خالق حکیم کی حکمت فوت ہو جائے اور عقل سلیم معطل ہو جائے۔ شریعت اور عالم تکلیف باطل ہو کر رہ جائے اور انسان کے تمام افعال پانی کے جاری ہونے اور درخت پر پھل لگنے کی طرح ہو جائیں۔ اور ملعون شیطان اس کلمہ سے جاہل بن بیٹھا کہ خدا کائنات کی نسبت خالق و موجد ہے۔ اور عمل انسان کی نسبت ہادی اور مرشد ہے اس کے کلمات کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ اور وہ حکیم و علیم ہے اور اسی میں ہم امام حسینؑ کے ارشاد کی تعبیر پاتے ہیں کہ خدا چاہتا ہے کہ وہ مجھے مقتول دیکھے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ خواتین عصمت کو قیدی دیکھے یعنی خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ظلم و فساد کے خلاف جہاد کروں اور میرے ساتھ عورتیں اور بچے جو ان میں سے اس کے حکم کا امتثال کیا ہے اور خدا علیم و حکیم ہے ان امور کا کہ جو اس کے حکم پر مرتب ہوتے ہیں اور جن پر اوضاع اجتماعی قائم ہوتی ہیں لیکن ان کی جواب دہی میرے ذمہ ہے اور وہ ارادہ الٰہی میں داخل ہیں اور پاکیزہ مصلح رہا ہوتے ہیں

جو قربانی دیتے اور شہید ہوتے ہیں اور ضائع و ناواقف زمانہ کو خیر و صلاح کی طرف بلاتے اور موڑتے رہتے ہیں جیسا کہ امام حسینؑ نے کیا اور اس سے وہ شیخ ہو گیا اس کا جواب یہی کہتا ہے کہ خدا نے کیوں یزید اور اس کے لشکر کو امام حسینؑ اور آپ کے اہل و عیال پر مسلط کیا تھا۔ کیونکہ خدا نے مسلط نہیں کیا۔ اور نہ ہی کبھی وہ اشرار کو نیکو کار پر مسلط کرتا ہے تا تاد کھلا دیا ہرگز نہیں بلکہ اس نے برے لوگوں کو فساد و عدوان سے منع کیا ہے اور اچھے لوگوں کو ان کے مقابلے اور ان سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب وہ کبھی اعراض اور سرکشی کریں یہ سب نافرمان کو عقاب سے ڈراتے ہوئے اور اطاعت گذار کو ثواب کی بشارت دیتے ہوئے بغیر اس کے کہ وہ اپنی قدرت کو اس کے یا اس کے ساتھ دخیل رکھے اور اگر چاہتا تو ان کی نصرت کرتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ بعض کا بعض سے امتحان کرے۔

علیٰ دین النبیؐ (دین نبی پر) :-

حکم خدا اور دین نبیؐ کی روشنی میں تحسین کرکے اعمال اور آپ کی ہر حرکت اور ہر قدم کی تفسیر و تشریح کی جائے۔ دین خدا ہی واقعہ کربلا کی حقیقی تعریف و ماہیت ہے۔ اور دین میں ہی اس واقعہ کے غرض و جہاد کا راز پوشیدہ ہے جب تک محمدؐ کا نام اور آپؐ کی رسالت باقی ہے تو حسینؑ مبتلا تباہ کو طرف دین نبی پہ عمل کر گئے ہیں اور یہ بات

بھی ہر حق رہبری کرتی ہے کہ جو قابل انکار نہیں کہ یہ عظیم دینی ہستی ایسے شخص کی خلعت کا اعتراف نہیں کرتا چاہے کوئی بھی ہو کہ جب ظلم و فساد ابھرے تو وہ ہمیشہ کے لئے سکون سے بیٹھ جائے اور حرکت نہ کرے اپنی ذات اور وجاہت کے طمع اور حرص میں پڑا رہا۔ حسینؑ دین کی بہ نہیں بیچے بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور بے موقع کو دیکھے اور یا یہ کہ جو حق کی آواز بلند کرنے سے خاموش ہو کر بیٹھ جائے تو اس سے نبی اور دین نبی بیزار ہیں کوئی اور شخص نہیں ہو سکتی۔

اب آپ کہہ سکتے ہیں یہ تو جہاد کی تعریف اور معنی ہے۔ اور جہاد امام معصوم یا اس کے نائب مشیت بغیر نہیں ہو سکتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک جہاد و جنگ کرنا ہے دعوت اسلام اور اس کے پھیلانے کے ارادہ سے یہ وہ ہے جو واجب کفائی ہے جس کی امام معصوم یا اس کے نائب کے اذن کی ضرورت اور یہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ عورتوں پر واجب ہے صحیح و سالم شخص پر ہے نہ کہ مریض و بیمار پر اور دوسری قسم جہاد کی دفاع عن الدین والنفس دین وحق کی حفاظت کرنا یہ واجب عینی ہے نہ کہ کفائی یہ مطلق ہے اس میں معصوم اور اس کے نائب کے اذن کی قید نہیں بالکل اسی طرح جیسے اپنے نفس کی حفاظت کے لئے دفاع کرنا ہر مرد و عورت بچہ اور بوڑھے اور نابینا سب پر حسب استطاعت و قدرت واجب ہے (جواہر اور دیگر کتب فقہ دیکھو)

کھوٹا اور جھوٹا

اور اس کے ساتھ ہی یہ بات یاد رہے کہ خیر و شر کی لڑائی ازلی ہے جس سے کوئی مفر و چارہ نہیں جب کسی معاشرہ میں شر و برائی سرکشی کرے اور کوئی اس کی پرواہ نہ کرے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس معاشرہ میں برائی کا کوئی دشمن نہیں اور نہ کوئی خیر کا نام لیوا ہے جو اس کا احساس کرے اور دین کو اہمیت دے کیونکہ دشمن سے تو جنگ کرنا پڑتی ہے چاہے اس کے نتائج کیسے ہی کیوں نہ ہوں اب جو اس قول پر اکتفا کرے کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور شر کو اس کی حالت پر چھوڑ دے اپنے مفاد کی حفاظت چاہتے ہوئے یہ شخص تو شر کی مزید تاکید اور اسے پختہ بنا رہا ہے اور اس میں شک نہیں کہ کیسی تہمتیں ان پر لگیں گی اور کتنے جھوٹ اس کے متعلق مشہور ہوں گے۔ اور آپ کہہ سکتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے کئی ایک شروط ہیں پہلا یہ کہ امید ہو کہ منکر ختم ہو جائے گا۔

تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مسئلہ شروط و مشروط کا نہیں نہ طاقت و تکلیف شرعی کا ہے بلکہ حقیقتاً یہ مسئلہ شر و باطل کی دشمنی کا ہے اور دینی غیرت کے احساس اور عدم احساس کا۔ جب یہ دشمنی پائی جائے اور یہ احساس موجود ہو تو طبیعت فطرتی طور پر اپنے مخالف کے خلاف طغیان

کرتی اور ابھارتی ہے اور وہ شروط اور شرط لگانے والے کی طرف ملتفت نہیں ہوتی اور وہ کبھی بھی اپنے آپ کو دشمن کے سپرد نہیں کرتی بلکہ وہ حق کے لئے مرنے پر تیار ہو جاتی ہے اور وہ کبریائی عناد اور چیلنج کے ساتھ اپنے قدموں پر کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ چیلنج بطور احتجاج اور باطل و اہل باطل کے مقابلہ میں خروج کے حق کا نفع ہوتا ہے۔

اور بہت عجیب و غریب سی بات ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں دین حق پر ہوں پھر وہ اپنی ذات کے حق اپنے رشتہ دار کے حق اور اپنے دوست کے لئے غضبناک ہوتا ہے۔ اور وہ اللہ اور دین کے نام پر ایوبؑ مبتلا کی طرح چیخیں مارتا جب اس کی ذاتی چیزوں پر کوئی مصیبت وارد ہو۔ چاہے وہ دردناک ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن وہ اس وقت غضبناک نہیں ہوتا جب حرمات خداوندی اور شریعت رسول اللہ کی ہتک عزت ہوتی ہے اور اگر اس کے اور خدا کے درمیان کوئی علاقہ ہوتا اور کوئی رشتہ ہوتا تو اس کا رخت میں جھول دیتا۔ اور اس کا اثر بھی ظاہر ہوتا ہرگز نہیں یہ تو وہم و گمان ان کے درمیان رشتہ جوڑا ہوا ہے اور اس علاقہ کو موجود سمجھا ہے ورنہ یہ خالی از روح وجود تو دین حق سے کوئی تعلق نہیں رکھتے جب تک خدا کی باطل کی طرف پہ لپکنے والی اور دشمنی رکھنے والی آنکھوں سے نہ دیکھے۔ کتنے ظاہراً عبادت کرنے والے ہیں جب ان سے

تو سب بتائی جاسکے۔ اور پرکشش کا وقت آسکے تو واضح ہو جاتا ہے کہ دین کے نزدیک امام کے خون کا ایک قطرہ اور میری وجاہت اور مصلحت کا ایک ذرہ کئی ہزار نعمتوں سے بہتر ہے۔ یقین جانو کہ دین بچا کر جہاد اور پرکشش کا نام ہے دین خون اہل وعیال اور زر و دولت اور جانیں یہی جو حق کی بیعت میں قربان کی جائیں۔ بالکل اسی طرح جیسے امام حسین نے سب کچھ خرچ کیا تھا اور جو صرف دین نبی کا دعویٰ کرتا ہے بغیر اس مستعدی کے کہ اس کے دعویٰ کی ترجمانی کرسکے اور وہ اسے اپنے کردار سے ثابت کرسکے اور اپنے شخصی معاملے کو اس دین کی خاطر قربان کردے تو اس کا دعویٰ جھوٹا اور کھوٹا ہے۔

بہرحال اسلام کی دولت اور سلطنت اس وقت حق میں یزید کے زمانہ میں شہید راہ خدا دین خدا پر چلا، لیکن آج تو اسلام ذلیل و حقیر ہے کہ جہاں ہزاروں یزید موجود ہیں۔ اور ایک شہید نہیں بلکہ ہزاروں دنیا کے بندے محبت دنیا و مال و اولاد پر مر رہے ہیں۔

ترجمہ کتاب الاثنا عشریہ داخل بیعت بتاریخ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۶۲ء بوقت ۱۰ بجکر ۲۰ منٹ شام بروز منگل اختتام پذیر ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ آخِرًا۔

نوٹ: — مؤلف علام نے آخری صفحات میں اپنی کتاب

تفسیر الکشاف کے متعلق کچھ لکھا ہے اور نمونہ کے طور پر دو آیات کی تفسیر ذکر کی ہے اور مسلمانوں کو اسرائیل کے خلاف جہاد کرنے پر ابھارا ہے چونکہ یہ چیزیں اصل مقصد کتاب سے کم آہنگ ہیں لہٰذا ان کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

از:۔ سید مقصود حسین نجفی فرزند سید غلام سرور نقوی مرحوم عفی اللہ عنہ و عن والدیہ بحق النبی و آلہ

(ختم شد)

Download Shia Urdu & English Books
wwww.ShianeAli.com

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹر ڈی وی ڈی

بیادِ سید وصی حیدر رضا زیدی

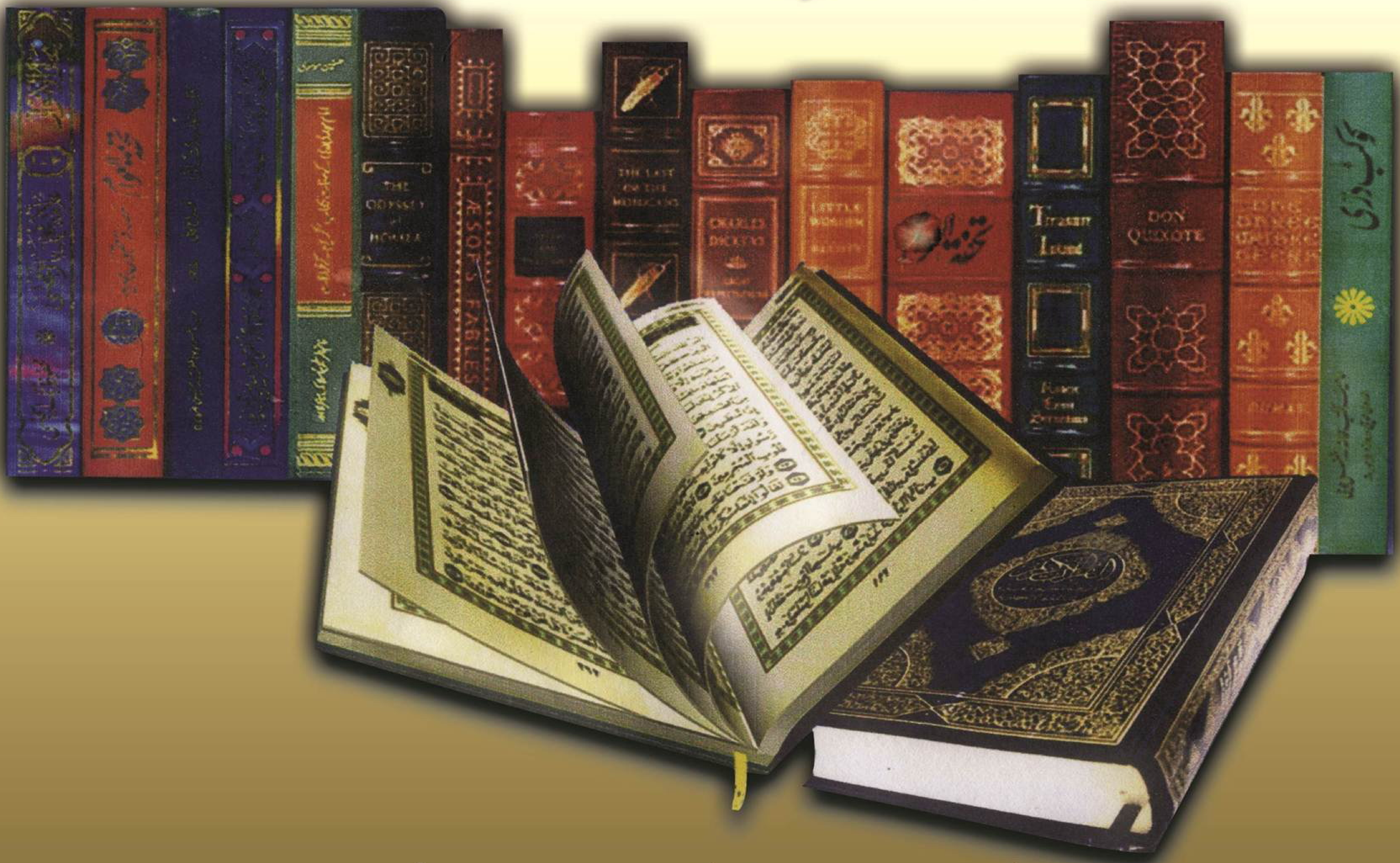

کتابوں کی لسٹ ڈی وی ڈی کور کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں۔

خصوصی تعاون: حجتہ الاسلام سید نو بہار رضا نقوی (فاضل مشہد، ایران)

سگ درِ بتولؑ: سید علی قنبر زیدی ۔ سید علی حیدر زیدی

التماس سورہ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابنِ سید حسین احمد زیدی (مرحوم)

Shia Media Source
info@shianeali.com www.ShianeAli.com

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹر ڈی وی ڈی ● التماس سورہ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابنِ سید حسین احمد زیدی (مرحوم)